# حالاتِ معظم

# عبدالرحیم خانخانان

## مخصوص نورتن دربارِ اکبری

### عروج و زوال کی جیتی جاگتی تصویر

مِن مصنف

## گوردھن داس بہار گو

وظیفہ یاب انسپکٹر خفیہ پولیس اضلاع سرکارِ عالی

تاریخ طبع ۵ بہمن سنہ ۱۳۵۰ ف



مطبوعہ عامّہ

مارواڑی پریس افضل گنج حیدرآباد دکن فون ۲۳۳۳





# دیباچہ



سترہویں صدی بکرمی میں حسبِ ذیل ہندی شعرا کی پیدائش ہوئی۔

(۱) سورداس (۲) تلسی آرگن (۳) کیشو داس (۴) عبدالرحیم خانخاناں

آچاری بھکاری داس نے ہندی شعرا جو اس زمانہ میں تھے۔ ان کا یوں ذکر کیا ہے۔

ایک لہے تپ پونجن کے پھل جوں تلسی اور سور گوسائیں
ایکن کو بہو سمپتی کیشو بھوشن جیوں بل بیر بڑ پائیں
ایکن کو جس ہی سو پریوجن ہے رس کھاں رحیم کے نائین
داس کوین کے چرچا گن دنتن کو سکھ دے سب ٹھائین

جن شعرا کا سلسلہ وار ذکر کیا گیا ہے اُن کی تعریف اس دوہے میں کی گئی ہے یعنی اُن کی خوبیاں علیحدہ علیحدہ بیان کی گئی ہیں۔

اِس میں کلام نہیں کہ بھکاری داس نے رحیم کے متعلق بالکل سچ کہا ہے
انہوں نے ہندی شاعری میں خراج تحسین حاصل کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ
ایک نظم پر گنگ شاعر کو چھتیس لاکھ روپیہ دیا تھا۔ اُن کو دولت کی کمی نہ تھی
یہ مشہور وکیل مطلق سپہ سالار و وزیر بیرام خاں کے لڑکے تھے۔ اکبر کے نو رتنوں
میں علی الخصوص ایک رتن تھے۔

تلسی اور گنگ دونوں سُکھ کے سرو تھے۔ انہیں گنگ شاعر نے
خانخانان کے مدح میں دوہا کہا۔ یہ بڑے اونچے شاعر تھے۔ مگر خانخانان کو
اپنے سے اونچا سمجھتے تھے اُن کی تعریف میں حسب ذیل دوہا کہا۔

سیکھے کہاں نواب جو ایسی دینی دین
جوں جوں کر اونچے کریں توں توں نیچے نین

جواب خانخانان۔

دین ہار کوئی اور ہے اور بھیجت جو دن رین
لوگ بھرم ہم پر کریں اس کارن نیچے نین۔

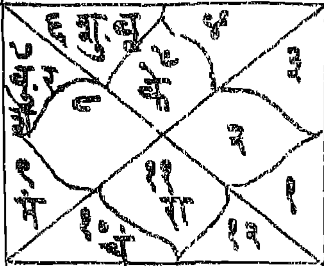
## رحیم کی پیدائش

رحیم کی پیدائش سنہ ۱۵۵۶ء میں ہوئی۔ عبد الرحیم خان خانان اکبر سے تیرہ برس چھوٹا تھا۔ ان دونوں کے زائچے ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

زائچہ رحیم



زائچہ اکبر



## بہرام خاں کا سلسلہ خاندان

عبدالرحیم خان خاناں کے والد بہرام خان اکبر کے وزیر مطلق تھے ترکوں کا ایک فرقہ جو قرہ بہلو کے نام سے موسوم تھا۔ جس زمانہ میں اس کا عروج تھا بہرام خاں کے والد بھی اس کے ایک سردار تھے۔ اُن کے جد امجد علی شکر بہارلو کو ترکستان کے ایک حصہ کی حکومت جس میں ہمدان اور خراسان وغیرہ شریک تھے دی گئی تھی۔ اس کے دشمن پیر علی بیگ اپنے دشمن شاہ صفویوں سے مخالفت لے کر اس ریاست سے بھی ہاتھ دھونا پڑا۔ اور اُس کا لڑکا یار علی بیگ شاہ اسمٰعیل صفوی کے پاس بدخشاں چلا گیا اور یہاں سے امیر خسرو کے پاس متوجہ گیا۔ مگر اس ریاست کے ختم ہو جانے پر اپنے لڑکے سیف علی بیگ کو لے کر بابر کے پاس چلا گیا۔ اسی جگہ بدخشاں میں سیف علی بیگ کو ایک لڑکا پیدا ہوا جو بعد میں بہرام خاں کے

نام سے مشہور ہوا۔

باپ کے انتقال کے بعد بہرام خاں بلخ چلا گیا اور وہاں ۱۶ سال کی عمر میں ہمایون کے خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ کی مہربانی سے وہ بہت جلدی ترقی پایا۔ قنوج کی لڑائی میں اس نے بڑی بہادری بتائی تھی لیکن ہمایون کے شکست پانے پر وہ یہاں سے بھی بھاگا۔ شیر شاہ سوری نے بہرام خاں کو اپنے پاس بلایا تھا لیکن اُن کی غیور طبیعت نے اُن کے پاس جانا پسند نہیں کیا۔ اور پھرتا ہوا موضع جون گاؤں میں جو دریائے سندھ کے کنارے ہے ہمایون سے جا ملا۔ اور یہاں سے ہمایون کے ساتھ ہی ساتھ ایران گیا اور ایران سے واپس ہو کر اس نے شیر شاہ سے مقابلہ کیا اور اسی سال ہمایون نے انتقال کیا اور بہرام خاں اکبر کا اتالیق ہو گیا۔ اکبر نے اس کو وزیر مطلق کا عہدہ دیا اور اس کو خان بابا کہا کرتا تھا۔ اسی نے افغانوں کو پانی پت پر شکست فاش دیکر مغلیہ سلطنت کی بنیاد مستحکم قائم کی۔

ہمایون کے ساتھ جب یہ دھلی آیا تو جمال خاں میواتی اپنی دو لڑکیوں کو ساتھ لیکر دلی آیا۔ ہمایون کا نکاح بڑی لڑکی سے ہوا اور اس نے چھوٹی لڑکی کے ساتھ نکاح کیا۔ اسی کے بطن سے سنہ ۱۵۵۶ء میں عبدالرحیم خاں پیدا ہوا تھا۔

اس لڑکے کے پیدائش کے وقت بہرام خاں نے دل کھول کر خرچ کیا۔

بہرام خاں نے دوسری شادی بابر کی نواسی سلطانہ بیگم سے کی۔ اور بہرام خاں کے انتقال کے بعد اس کا نکاح ثانی اکبر سے ہوا۔ اکبر کی عمر جب ۱۴ سال کی تھی تردی بیگ کے بہکانے پر اور کچھ اور لوگوں کے سمجھانے پر اکبر نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ عبدالرحیم خاں کی عمر اس وقت ۳ سال کی تھی بہرام خاں ناخوش ہو کر مدمقابل ہو گیا۔ مگر چند روز کے مقابلہ کے بعد پچھتا کر معافی کا خواستگار ہو گیا۔ عبدالرحیم خاں اپنے باپ کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ مارا مارا پھر رہا تھا۔ اسی اثنا میں بہرام خاں کو حج جانے کی اجازت ملی تو وہ ریگستان طے کرتا ہوا آگے بڑھا۔ ایک جگہ اس کا شملہ ببول کے کانٹے سے اٹک کر نیچے گر پڑا تو بہرام خاں نے اس کو بدشگونی خیال کر کے متفکر ہوا۔ لیکن چند روز کے بعد یہ بات اس کے دل سے نکل گئی۔

گجرات کے ایک قصبہ میں جس کو پٹن کہتے ہیں۔ اس کا قافلہ ٹھہرا۔ بہرام خاں وہاں کے تالاب کی سیر ایک کشتی میں بیٹھ کر کر رہا تھا۔ واپسی پر جب وہ ناؤ سے اترا تو ایک نوجوان افغانی نے جس کا نام مبارک تھا اور جس کا باپ پانی پت کی لڑائی میں بہرام خاں کے ہاتھ سے مارا گیا تھا اس نے یہاں اس کو جام شہادت پلا دیا۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ جب میر قافلہ کا یہ حال ہو تو قافلہ پر جو مصیبت پڑی ہو گی ظاہر ہے۔ لوگوں نے بہرام خاں کے قافلہ کو لوٹنا کھسوٹنا شروع کیا مگر محمد امین شریف بابا زنبور جو بہرام خاں کا فدائی تھا لوگوں سے لوٹا ہوا مال واپس لیا اور قافلہ کو

جس میں کئی عورتیں تھیں لے کر احمد آباد پہونچا۔ غور فرمانے کی جگہ ہے کہ اس واقعہ کا اثر عبدالرحیم خاں جس کی عمر ۴ برس کی تھی اور سلیمہ بیگم جس کی ۱۲ سال کی انتہائی بے کسی گزری ہوگی۔ اس کم عمر لڑکے کو کم عمری ہی سے دنیا کا نشیب و فراز اور سرد و گرم سے آگاہی ہونا شروع ہوئی۔ یہ قافلہ یہاں سے روانہ ہو کر چار ماہ میں احمد آباد پہونچا اور کچھ روز یہاں ٹھیر کر آئندہ سفر کے لئے کچھ ساز و سامان مہیا کیا۔ اور یہاں سے آگرہ جہاں اکبر مقیم تھا پہنچا۔ اکبر کو اس سانحہ کی اطلاع قبل از قبل پہنچ چکی تھی۔ اس قافلہ کو یہ تشویش تھی کہ بہرام خاں نے اپنی آخری عمر میں اکبر سے بگاڑ کر لیا تھا۔ اسے یہ خیال تھا کہ اس کے پسماندوں سے معلوم نہیں کیسا برتاؤ کرتا ہے۔ لیکن احمد آباد پہنچنے پر یہ معلوم ہوا کہ اکبر نے اس قافلہ کو خاص انتظام کے ساتھ آگرہ بھیجنے کیلئے تحریر کیا ہے تو وہ تشویش مسرت سے بدل گئی سنہ ۱۳۱۹ میں یہ قافلہ [illegible] میں پہنچا اکبر نے دو سرداروں کو انتخاب کیا جنہوں نے بہرام خاں کے پسماندگان کی خاطر خواہ دلجوئی کی اور عبدالرحیم خاں کی تعلیم اور پرورش کا خود کفیل ہوا۔ دربار میں بہرام خاں (جو عبدالرحیم خاں کا باپ تھا) اس کے بہت دشمن تھے جو بہرام خاں کی سرکشی اور جھگڑوں کا ذکر کر کے اس کے دل کو گزری ہوئی یادوں کو تازہ کرتے رہتے تھے۔ مگر اکبر نے ان سنی کر کے عبدالرحیم خاں کو مرزا خان کا خطاب دیا اور اسی نام سے وہ اس کو بلایا کرتا تھا۔

عبدالرحیم خاں بذات خود ہوشیار اور ذہین تھا اکبر کی نگرانی اور تعلیم نے

اسے چار چاند لگا دیئے۔ عبدالرحیم خان چھوٹی عمر سے ہی امیر لڑکوں کی طرح اپنا وقت لہو ولعب میں نہیں گزارتا تھا جب یہ لکھ پڑھ کر سیانا ہوا تو اکبر نے خانخاناں مرزا عزیز کی لڑکی سے اس کی شادی بھی کر دی۔

گجرات فتح ہونے پر خان اعظم مرزا عزیز وہاں کے صوبہ دار مقرر ہوئے مگر دوسرے سال جب یہاں بغاوت ہو گئی تو اکبر نے چیدہ سواروں کے ساتھ عبدالرحیم خان خانانا کو بھی وہاں بھیجا۔ یہ فوج یلغار کرتی ہوئی دو ماہ کا راستہ سات دن میں ختم کیا اور اس بغاوت کو فرو کیا گیا۔

یہ جھگڑا مٹ جانے کے بعد دوبارہ عزیز کوکہ کو وہاں کی حکومت پر بھیجنے لگے تو یہ ہٹی سردار اڑ گیا کہ کیا میں ہی ان بلوائیوں کے بلی دان کے لئے رہ گیا ہوں۔ یہ سنکر اکبر نے عبدالرحیم خان کو ان کے ساتھ بھیجا۔ عبدالرحیم خان کی عمر ۱۹ سال کی تھی۔ اس کے سوا اور چار سمجھدار سردار کو اکبر نے مقرر کیا۔ وزیر خان کو وزارت دی اور سید مظفر بارہ کو بخشی بنایا گیا اور یہ لوگ وہاں سے چل دیئے۔

۱۶۳۷ء میں عبدالرحیم خان واپس بلا لیا گیا اور سلیم جو بعد میں جہانگیر کے نام سے تخت نشین ہوا اس کا اتالیق مقرر کیا گیا۔

جب گجرات پر فوج کشی کی گئی تو وہاں کا سردار سید مظفر بھی قید کیا گیا۔ ۱۶۳۹ء میں یہ قید سے فرار ہو کر گجرات چلا گیا اور جوناگڑھ سے پہنچ کر کاٹھیا واڑ کے لوگوں کی پناہ میں رہنے لگا۔ ۱۶۴۱ء میں جب شہاب الدین احمد خان جو گجرات کا

حاکم تھا اعتماد خاں کو مقابلہ میں بھیجا تو صوبہ دار کے چند نوکروں نے بغاوت کردی۔ مظفر جو اس تاک میں بیٹھا تھا باغیوں کا سردار بن کر احمد آباد پر قبضہ کر لیا اور دو قدم آگے بڑھ کر بڑودہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ یہاں پر بہت ساری لوٹ ہاتھ لگی۔ اس دولت سے اس نے سنہ ۱۵۸۳ء میں ایک فوج کھڑی کر لی اور دربار قائم کیا۔ خدمتیں اور خطاب تقسیم ہونے لگے اور خطبہ بھی اس کے نام پڑھا جانا شروع ہوا۔ انقلاب زمانہ دیکھیے کہ یہ وہی مظفر ہے جو قید میں روپیہ روزینہ پاتا تھا اور وہاں سے فرار ہو کر فوج اکٹھی کی اور شاہ بن گیا۔

جب یہ کیفیت شہنشاہ تک پہنچی تو انہوں نے مرزا عبدالرحیم کو چند افسروں کے ساتھ پھر اس کے مقابلہ کیلئے بھیجا۔ یہ بھی اپنی فوج کو مارا مار لئے ہوئے پٹن پہنچے جہاں ان کے والد مارے گئے تھے۔

پٹن پہنچ کر سرداروں کی رائے لی۔ غالب آراء سے یہ فیصلہ ہوا کہ دشمن کی فوج چالیس ہزار ہے اور شاہی فوج صرف دس ہزار ہے۔ اس لئے مالوہ کی کمک آنے تک لڑائی چھیڑنا نہیں چاہئے۔ اور بعضوں نے یہ بھی کہا کہ بادشاہ کا بھی ایسا ہی خیال ہے۔ مگر دولت خاں میر شمشیر اور فوج کا نائب بخشی تھا۔ اس نے مشورہ دیا کہ اگر وہ فوج آگئی اور اس کی مدد سے کام بنایا تو گویا فتح اس فوج کی ہوگی اور یہ بھی کہا کہ اگر خان خاناں بننے کی تمنا ہو تو تنہا فتح حاصل کرو۔ گمنامی کی زیست سے شہرت حاصل کر کے مرنا بہتر ہے۔

نوجوان مرزا خاں کا دل اس طرف پہلے ہی سے مائل تھا اور یہ رائے
سُن کر وہ لڑائی کے لیے مستحکم ہو گئے۔ اور اس نے بڑی خوشی اور اطمینان سے
تیاری شروع کی۔ احمد آباد کے ۳ کوس کے فاصلہ پر سرتیج کے مقام پر گھمسان
کی لڑائی ہوئی۔ دشمن کی چھ گنا فوج کا اثر مغلیہ فوج پر کچھ پڑ رہا تھا۔ اسی
اثنا میں مظفر خاں نے چھ سات ہزار سوار لے کر مرزا خاں پر حملہ کیا جو قلب
میں سو سوار اور سو ہاتھیوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے خیر خواہوں نے
چاہا کہ ان کو وہاں سے ہٹا لے جائیں مگر یہ منظور نہ کیا وہاں سے ہٹنے والا تھا
اس کی ہمت کو دیکھکر فوج کی ہمت بھی بندھ گئی ہاتھیوں کو بڑھانے کے لئے
حکم دیا گیا کہ آگے بڑھے جائیں۔ اسی وقت خواجہ نظام الدین جس کو مرزا خاں
نے کچھ فوج کے ساتھ دشمن کی پشت کی طرف سے دھاوا کرنے کو مقرر کیا تھا
دشمن پر پیچھے سے حملہ کر دیا۔ لوگوں نے یہ خیال کر کے کہ شاہی فوج آ پہنچی
یا بادشاہ بذات خود تشریف لائے یا مالوہ سے امدادی فوج پہنچ گئی۔ اس
شاہی فوج نے دو رنگ جمایا کہ دشمن کی فوج جو ٹڈی دَل تھی پریشان کر دیا
اس جنگ کا مفصل حال بادشاہ کو لکھ بھیجا۔ بادشاہ نے اس مبارک خبر کو
سن کر درگاہ خدا میں دوگانہ پڑھا۔ چونکہ یہ فتح ایک شیر دل کے ہاتھ پر ہوئی تھی۔
مظفر یہاں سے بھاگ کر کھمبایت گیا۔ یہاں کے بیوپاریوں کو لوٹ
کھسوٹ کر نئی فوج تیار کیا۔ مرزا خاں نے بھی مالوہ کی فوج آنے پر اس طرف

چڑھائی کی۔ یہ ناگور چلا گیا۔ یہ پہاڑی مقام ہے۔ اور اس پہاڑی مقام پر جنگ عظیم ہوا۔ اگرچہ کہ مظفر کی فوج زیادہ تھی مگر شاہی فوج نے توپ خانہ پہاڑ پر چڑھا دیا تھا اور توپوں سے وہ آگ برسائی کہ مظفر گھبرا کر راج پیلا کو بھاگ گیا۔ اس لڑائی کا خاتمہ مظفر کی موت کے ساتھ ہوا۔ اکبر نے مرزا خاں کو پنج ہزاری منصب پر خان خاناں کا خطاب دیا۔

جنگ کے پہلے اس نے یہ منت مانگی تھی کہ اگر فتح ہوئی تو میرے پاس جو کچھ ہے غرباؤں کو تقسیم کر دوں گا۔ اور فتح پر اپنی منت پوری کی۔ ہاتھی گھوڑے کنگن جن کی قیمت غریبوں کو نہیں مل سکتی تھی ان کو بیچ کر رقم محصلہ غریبوں کو دیدیتے تھے۔ سب کے آخر میں ایک سپاہی آیا اور کہا کہ مجھے کچھ نہیں دئیے۔ عبدالرحیم خان خاناں نے اپنا قلمدان دے دیا۔

عبدالرحیم خان خاناں نے ایک خط ابوالفضل کو لکھا کہ ایک صوبہ بغاوت پر آمادہ ہے۔ اور میرے ساتھیوں میں کوئی صاحب رائے نہیں ہے اگر بادشاہ مناسب سمجھیں تو راجہ ٹوڈرمل کو اس طرف بھیجیں تاکہ امن قائم ہو۔ ابوالفضل انکی ہمت افزائی کی اور اکبر نے دلجوئی کی۔ مگر نوآموز مرزا خاں جہاں اپنے بہت سے دشمن پیدا کر چکا تھا وہیں اس کام کا کرنا دشکل سمجھا تھا اور اطمینان قلبی نہ رہا۔ اور اسی وجہ سے جو اس کے دل میں تھا ہویدا کر دیا۔ ان کا راجہ ٹوڈرمل کو طلب کرنا معنی رکھتا تھا کہ ان کی زردشتا ہو اور آدمی

جوہر کھلے۔ آخر میں راجہ ٹوڈرمل نے ہی امن قائم کیا تھا۔ اس کے بعد بادشاہ کا حکم آنے پر قلیچ خاں کے اس صوبہ کا انتظام سپرد کر کے یہ حاضر دربار ہوئے۔

عبدالرحیم خاں خاناں نے بابر کے سوانح حیات کو ترکی سے فارسی میں ترجمہ کر کر اکبر کو پیش کیا۔ بادشاہ اس پر بہت خوش ہوئے۔ اسی سال راجہ ٹوڈرمل کے انتقال پر یہ وکیل مطلق بنائے گئے۔ اور علاقہ جونپور ان کو جاگیر میں دیا گیا۔ اور صوبہ ملتان کے صوبہ دار بنائے گئے۔ اور بڑی فوج کے ساتھ ٹھٹھہ اور سندھ کے علاقہ کو فتح کرنے کے لئے مقرر کئے گئے۔ یہ پہلے ملتان پہنچے اور کیل کانٹے سے درست ہوئے اور پھر اس طرف کا رخ کیا۔ مرزا خاں نے بڑی دور اندیشی سے کام لیا۔ اور قلعہ سہون سے (جسے درگ سہون بھی کہتے ہیں) پاس سے گزرتے ہوئے لکھی مقام پر قبضہ حاصل کیا۔ یہ سندھ کی کنجی تھی۔ بلا کشت و خون سندھ کی کنجی حاصل کی جس طرح بنگال کا پھاٹک گڑھی اور کشمیر کا پھاٹک بارہ مولا ہے انہیں کے مماثل یہ سندھ کی کنجی ہے۔ اس کے بعد درگ سہون کا محاصرہ کیا گیا۔ مرزا جان بیگ یہ کیفیت سن کر فوج کے ساتھ اس مقام پر پہونچا اور نصیر پور ایک قلب مقام پر ڈیرے ڈال دیا۔ اس اثناء میں عبدالرحیم خاناں کی امدادی فوج بھی آپہنچی۔ پہلے مرزا جان نے دو سو کشتیوں کا ایک بیڑا بھیجا۔ خان خاناں کے پاس صرف پچاس کشتیاں تھیں۔ ان کشتیوں پر ایسے لوگ جو جان دینا اور جان لینا ہی جانتے تھے بٹھا کر اور کچھ توپیں

چڑھا کر بیڑا پایا۔ تماشائی صدا دیکھتے کہ شاہی فوج دریا پر چل رہی تھی اور دشمن ندی کے
چڑھاؤ پر آ رہا تھا۔ اور پہلے ہی خاطر خواہ آگ برسائی گئی اور قریب آنے پر
دست بدست تلوار اور برچھیوں سے مقابلہ ہوا۔ اور اُبلتے ہوئے پانی کی طرح شاہی
فوج کے بڑھ رہا۔ دشمنوں کی ناؤ پر جا کود ے اور بڑھ بڑھ کر ہاتھ مارنا شروع کئے
کشتیاں پانی پر بطخ کی مانند تیرتی پھر رہی تھیں۔ بڑی گھمسان کی لڑائی کے بعد
دشمن کا بیڑا ڈوبا پایا۔ اور خان خاناں کو فتح نصیب ہوئی۔ گو اس کے بعد چھوٹی چھوٹی
لڑائی ہوئی۔ آخر میں مرزا جانی نے اپنے کو سپرد کرنے کیلئے کہہ دی۔ اور شرائط
صلح یوں ٹھہرے کہ درگ سہون مرزا جانی بادشاہ کے تفویض کر دے اور خان خاناں
کے لڑکے مرزا ایرج کو اپنی لڑکی دے اور ایک سال بعد بادشاہ کی خدمت
میں حاضر ہو۔ درگ سہون پر حسن علی عرب کو تعین کر کر خان خاناں اپنے لڑکے
کی شادی رچانے میں مصروف ہوئے۔ خان خاناں کے دربار میں ایک شاعر
ملا شکیبی نام کے تھے۔ انہوں نے اس جنگ کے واقعات پر ایک نظم لکھی تھی۔
اور اسی اثنا میں سنائی تھی۔ اور اس وقت مرزا جانی بھی وہاں موجود تھا۔
خان خاناں نے اس مثنوی کو سنکر ایک ہزار اشرفی شاعر کو دی۔ اور مرزا جانی
نے بھی اس کے ایک شعر پر ایک ہزار اشرفی دی۔ اور وہ ہزار اشرفی
کا شعر یہ ہے۔

ہما را کہ بر چرخ کردے خرام     گرفتی و آزاد کردی ز دام

مطلب یہ ہے کہ ہما کو جو آسمان پر منڈلاتا ہے یا پرواز کرتا ہے اس کو جال میں پکڑا اور پکڑ کر چھوڑ دیا۔ ایک ہزار اشرفی دینے کی یہ وجہ ہوئی اور مرزا جان کو شاعر نے ہما بنایا (ہما بعض کہتے ہیں کہ ایک پرند ہے) اور جب وہ کسی کے سر پر بیٹھتا ہے تو وہ بادشاہ ہو جاتا ہے چنانچہ سودا کا ایک شعر ہے۔

وہ نادان ہیں جن کو ہے عجب تاج سلطانی ٭ فلک بال ہما کو پل میں سونپے ہے مگس رانی

(بال ہما کو بجائے کلغی کے لگاتے ہیں) اور اگر مجھے گیدڑ بھی کہتے تو انہیں کون روک سکتا تھا۔

جب سال گزرنے پر مرزا جان حاضر دربار نہ ہوئے تو عبدالرحیم خان خاناں نے فوج لے کر ٹھٹھہ گیا۔ مرزا جان تین کوس آگے فوج سمیت استقبال کے لئے آیا۔ اور جب مرزا جان نے یہ ڈھونگ رچا تو خان خاناں نے پھر اس کو تنبیہ کیا۔ اس کے بعد مرزا جان خان خاناں کے ساتھ حاضر دربار ہوا اور نذر پیش کرنے پر اکبر نے اس کو تین ہزاری کا منصب دیا اور سندھ کی سپہ سالاری دے دی۔

احمد نگر کے سلطان برہان الملک [illegible] میں فوت ہوئے اور انکا کم سمجھ لڑکا سلطان ابراہیم تخت نشین ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نظام شاہی حکومت میں بدنظمی پھیل گئی۔ اور وہاں کے سردار اور ان کے رشتہ دار آپس میں لڑکر کئی جتھے بنائے تھے۔ بیجاپور کے سلطانہ نے (چاند بی بی) احمد نگر کا انتظام

درست کرنے کے لئے فوج بھیجی۔ ابراہیم مقابل میں آیا اور وہ میدان کارزار
میں ختم ہوا۔ اس نے اس واقعہ کے ایکدن قبل اپنے بھائی اسمٰعیل کو اندھا کر کر مار ڈالا تھا۔

اے سکندر نہ رہی تیری بھی عالمگیری ۔ کتنے دن آپ جیا جیسے یہ دارا مارا

اکبر جو موقع طلب تھا۔ مراد کو فوج دیکر احمدنگر روانہ کیا۔
میاں منجو جو احمدنگر کے خاص آدمیوں میں سے تھے انہوں نے اکبر کو یہاں کے
حالات واضح کرتے ہوئے عبدالرحیم خان خاناں اور مراد کو احمدنگر بھیجنے
کی استدعا کی تھی۔ مراد اس سے قبل گجرات میں تھا۔ اور اس تحریر پر
خان خاناں کو دکن پر فوج کشی کرنے کا حکم دیدیا۔ مراد بمقام بھروچ خان
خاناں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خان خاناں کو اپنی فوج اکٹھا کرنے میں
کچھ عرصہ لگا۔ اور کچھ دن اپنی جاگیر بھیلسا جو راستہ میں تھی ٹھیر گیا۔ اس کے
بعد یہ سنکر مراد نے ان کو ایک خط لکھا۔ خان خاناں نے جواباً لکھا کہ
راجے علی خاں اور دوسرے لوگوں کو اکٹھا کریں گے۔ یہ خط کو دیکھ کر
درباریوں نے اس پر کیا رنگ چڑھایا اس کا حال خان خاناں کے سوانح حیات
میں ملے گا۔ خان خاناں نے اپنے توپخانے اور فوج کا انتظام شاہرخ کے
حوالہ کیا۔ اور تھوڑی فوج لے کر راجے علی خاں کو اپنے ساتھ لیا اور دکن کا
رخ کیا۔ شہزادہ ان حالات کو دیکھتے ہوئے ان کا ساتھ نہیں دیا اور اپنی
فوج لے کر احمدنگر کا رخ کیا۔ اور چاندا مقام جو احمدنگر سے چالیس کوس ہے

مقام کیا۔ خان خاناں یہ کیفیت پاکر یلغار چاندا مقام پر پہنچا۔ پہلے دن ملاقات ہی نہیں ہوئی۔ دوسرے دن ہوئی تو یوں ہوئی کہ شہزادہ کے تیور بدلے ہوئے تھے۔ اُن کی بات چیت ایسی تلخ تھی کہ خان خاناں سنکر مرعوب ہوگیا اور اپنی فوج میں چلے آیا۔ اس کے بعد کاغذی گھوڑے دونوں طرف سے دوڑے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں میں صفائی ہوگئی۔

۱۵۹۶ع میں احمد نگر کا قلعہ محصور کرلیا گیا اور موقع محل کے ساتھ توپیں چڑھادی گئیں اور گڑھے کھود کر یہ انتظام کیا گیا کہ اس میں بارود رکھ کر قلعہ کی دیوار اڑا دی جائے۔ چاند بی بی نے ابراہیم کو تخت پر بٹھا دیا اور اُس کے افسروں کو اپنے طرف رجوع کیا۔ بیجاپور سے صلح کرلی اور قلعہ کی حفاظت کا انتظام خود کیا۔ اور قلعہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لی۔ شاہی فوج کے سرداروں میں نفاق تھا اور مراد کے ناموافق باتوں سے مشکلات پیش آرہی تھیں۔ رسد رستے میں لوٹنے لگی اور کھانے پینے کی تکلیف ہونے لگی اور یہ بھی شہرت ہوئی کہ بیجاپور اور گولکنڈہ کے بادشاہوں نے احمد نگر کو مدد دینے کیلئے فوجوں کو جمع کیا ہے اس لئے جب چاند بی بی نے صلح کا معروضہ پیش کیا تو شہزادہ مراد نے فوراً منظور کرلیا۔ اور برہان الملک کا بیٹا بہادر نظام شاہ تخت نشین ہوا۔ احمد نگر ان کو جاگیر میں دے دیا گیا اور برار کو ممالک محروسہ میں شریک

کر لیا گیا۔ اور شہزادہ نے شاہ پور ایک نئی بستی آباد کر کے اپنا دار الخلافہ
قرار دیا اور امراؤں کو جاگیریں تقسیم ہوئیں۔

دکن کے سلطانوں نے مشورہ کر کے ستر ہزار فوج تیار کی اور معتمد الدولہ
صلح خاں کو فوج کا سپہ سالار مقرر کر کے شاہی فوج کے مقابلہ میں لے گیا
شہزادہ مراد کی بڑی تمنا تھی کہ صلح خاں سے مقابلہ کرے لیکن اس کے چاپلوس
فوجی افسروں نے اپنی رائے نہیں دی اور اس لیے وہ کچھ نہ کر سکا۔
عبد الرحیم خان خاناں نے جب یہ رنگ دیکھا تو راجہ علی خاں اور شاہ رخ
کو ساتھ لیا اور بیس ہزار فوج ساتھ لے کر شاہ پور سے چل دیا اور وہ بمقام
آشتی جو پاتھری سے بارہ کوس ہے ٹھہر گئے۔ اور فوج کا انتظام ٹھیک ہو گیا
صلح خاں بھی اپنا توپ خانہ اور فوج جس کا اس کو گھمنڈ تھا لے کر آ پہنچا۔
اور ماہکر کے میدان میں لڑائی کا انتظام ہو گیا۔ صلح خاں نے دائیں جانب
عادل شاہی فوج اور بائیں جانب قطب شاہی فوج رکھ کر نظام شاہی
فوج کو ہمراہ لے کر قلب میں ڈٹ گیا۔ اور خان خاناں نے سیدھے جانب پر
راجہ علی خاں کو مقرر کیا اور سامنے عبد الرحیم خان خاناں مقابلہ میں آیا
دکنی سلطنتوں کا توپ خانہ بڑا تھا اور سامان بھی اچھا تھا۔ لڑائی تو پہل
سے شروع ہوئی۔ شاہی سپہ سالار بھی اپنی اس کمی کو دیکھ رہا تھا۔ اس پر
بھی اس نے فوج کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور پیش رو فوج سے پیش قدمی

معرکہ آرا ہوئی ۔ راجے علی خاں اور رام چندر نے اس پھرتی کے ساتھ حملہ کیا کہ دشمنوں کو اپنی توپوں کو بھرنے کا بھی موقع نہیں دیا ۔ اچھی دست بدست لڑائی ہوئی کبھی دشمن پیچھے ہٹتے کبھی شاہی فوج ہٹتی ۔ اس گھمسان کی لڑائی میں راجے علیخاں ہٹتا ہٹتا خان خاناں کے مقام تک پہونچ گیا ۔ اس لئے دشمن کے سپہ سالار نے انہیں پر آگ برسائی اور بڑی ترتیب سے حملہ کیا ۔ راجے علیخاں داد بہادری دے کر مارا گیا اور صلح خاں یہ سمجھ کر کہ سپہ سالار فوج مارا گیا ۔ خان خاناں کی فوج کو لوٹتا ہوا ایک ندی پر پڑاؤ ڈالا ۔

ادھر خان خاناں نے اپنے مقابل کے دشمن کا خاتمہ کردیا اور بڑھتے بڑھتے وہاں تک پہنچے جہاں دشمن کا توپ خانہ اور بارود کا خزانہ تھا ۔ رات ہوگئی تھی اس لئے توپوں کو سر کرنے کے لئے وہیں اتر پڑے دشمن بھی قریب میں تھا لیکن ایک دوسرے کو خبر نہ تھی ۔ غلطی یہ ہوئی کہ صلح خاں کے لوگوں نے مشعل روشن کی ۔ تب خان خاناں پتہ لگانے کو جاسوس بھیجے جب ٹھیک اطلاع ملی تو دشمنوں کی توپوں کو بھی اُن کے مقابلہ میں لایا گیا ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن کی فوج میں کھلبلی مچ گئی اور خان خاناں نے فتح کا نقارہ بجانا شروع کیا ۔ اس آواز پر شاہی فوج کے حامی جو اِدھر اُدھر چھپے بیٹھے تھے جوق جوق حاضر ہو گئے یہ رات بھر چلتا رہا اور صبح ہونے تک چھ سات ہزار فوج جمع ہوگئی ۔ صلح خاں بھی سب حالات معلوم کر چکا تھا اور تقریباً ۲۰ - ۲۵ ہزار

فوج اُس کے ساتھ تھی۔ اور اِسی گھمنڈ پر وہ ڈٹ کر کھڑا ہوا تھا۔ عبدالرحیم
خان خاناں نے یہ خیال کر کر کہ دن نکلنے پر بھانڈا پھوٹ جائےگا۔ تو پَو پھٹنے سے
پہلے ہی دشمن پر حملہ کا حکم دے دیا۔ دولت خاں لودھی نے کہا کہ اتنی بڑی
فوج سے مقابلہ کرنا موت کو بلانا ہے۔ میرے پاس چھ سو سوار ہیں اجازت دیجئے
کہ دشمن پر پیچھے سے حملہ کر دوں اور یہ بھی کہا کہ بصورت شکست دلّی کا نام ڈوب
جائےگا۔ اس کا جواب خان خاناں نے یہ دیا کہ اگر ہم دشمن پر فتح حاصل کر لیں
تو سو دلّی آباد کر سکتے ہیں۔ اور اگر جیتے رہے تو ایسا ہی ہوگا اور مر گئے تو خدا
کی مرضی سید قاسم بارہ بھی دولت خاں کا ہم خیال تھا اور یہ بھی کہا کہ تم
تو ہندوستانی ہیں۔ اس کے سوا کوئی اور علاج نہیں چلو خان خاناں سے
مشورہ کریں۔ دولت خاں نے عرض کی کہ دشمن کی فوج بے شمار ہے۔ اور
فتح کا حاصل ہونا یا نہ ہونا خدا کی مرضی پر ہے۔ اگر شکست پائی تو ہم آپ کو کہاں
ڈھونڈیں۔ عبدالرحیم خان خاناں نے جواب دیا کہ مُردوں کے پُشتوں کے نیچے۔
القصہ صُلح خاں نے جب حرکت کی تو خان خاناں نے سامنے سے
مقابلہ کیا دونوں طرف کے سپاہی جُھو کے اور رات کے اَن نیندے ہونے پر
بھی ڈٹ کے مقابلہ کیا مگر جب دولت خاں پیچھے سے معرکہ آرا ہوا تو فوج
مِل جُل اور دوڑ دھوپ مچ گئی اور نہ دیکھ کر صُلح خاں نے خودکشی کر لی۔ اور
اس کو اس حالت میں اُس کے ساتھی اٹھا لے گئے۔ تھوڑی دیر میں میدان

صاف ہو گیا اور خان خاناں کو فتح ہوئی۔ خان خاناں اس فتح کی خوشی میں پچھتّر لاکھ کا جو سامان تھا لٹا دیا۔ یہ فتح وہ ہے کہ اس کا یہ کارنامہ سونے کے حرفوں میں لکھا جاتا ہے۔ اور یہ واقعہ ہے کہ اس جنگ کی فتح نے تمام ہندوستان میں شور مچا دیا۔ بادشاہ نے بھی اس خبر کے سننے پر ایک بے بہا خلعت اور فرمان بھیجا۔ مگر اس جنگ کے بعد بھی دکن کے معاملے نہیں سلجھے تو شہنشاہ نے ان کو اپنے دربار میں بلا لیا اور ان کی جگہ ابوالفضل کو بھیجا گیا۔ سنہ ۱۵۹۹ء میں خان خاناں کی بیوی مہربانو کا انتقال بمقام انبالہ ہوا۔

ابوالفضل کی کیفیت پہنچنے پر بادشاہ نے بذاتِ خود دکن کا ارادہ کیا اور اسی خیال کے پیش نظر لاہور سے آگرہ آئے اور یہاں سے دکن کا رخ کیا۔ مراد کی شراب خوری کی وجہ سے موت واقع ہو گئی تھی۔ اس لئے دانیال کو خان خاناں کے ساتھ آگے بھیجا۔ اور سنہ ۱۶۰۰ء میں احمد نگر پہنچ کر اسے گھیر لیا۔ مورچے اور دمدمے بنائے جانے لگے اور سرنگ کھودے جانے لگے۔ اگرچہ یہ محاصرہ سخت تھا لیکن پس پردہ بھی دشمن قلعہ کی محافظت بہادری سے کر رہے تھے۔ اور باہر جو لوگ تھے وہ شاہی رسد لوٹ رہے تھے اور چاند سلطانہ نے فوجیوں کو ہمت دلانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا تھا۔ لیکن جب اس نے شاہی فوج کے زبردست حملوں کا سامنا دیکھا تو آخر میں اس نے قلعہ سپرد کرنے کا وعدہ کیا تو آہنگ خاں اس موقع پر جونیر بھاگ گیا اور

جیسے خان حبشی نے سلطانہ کے خلاف فوج کو اکسانا شروع کیا نتیجہ یہ ہوا کہ غدار آہنگ خان کے ساتھ سلطانہ کے محل میں گھس پڑے اور اس مشہور سلطانہ کو قتل کر ڈالا۔ اور ادھر عبدالرحیم خان خاناں نے ایک سرنگ توڑ والی جس سے ۳۰ گز فصیل کی دیوار گر پڑی اور مغلیہ فوج حملہ آور ہو کر قلعہ کے اندر داخل ہو گئی اور قلعہ پر قبضہ ہو گیا اور بہادر نظام شاہ گرفتار کر لیا گیا اور خان خاناں اپنی فوج کو واپس لے کر برہان پور پہنچے جہاں اکبر فروکش تھے۔

جس وقت خان خاناں دانیال کے ساتھ احمد نگر جا رہا تھا تو شیخ ابوالفضل کی ان باتوں کا پتہ لگ گیا تھا جو اس نے احمد نگر کی فتح کے ضمن میں کی تھی۔ ابتداً خان خاناں اور ابوالفضل میں بے انتہا محبت تھی اور بہت دن علیحدہ رہنے پر محبت کا رنگ کیسے بدلا تھا کہ خان خاناں نے شہزادہ کو سمجھا کر یہ ابوالفضل کو کہلا بھیجا کہ ان کے آنے تک وہ چڑھائی نہ کریں۔ اور یہ حکم بھیجا کہ خود اسیر گڑھ کے قلعہ کے پاس ٹھہر گئے کہ اس کو فتح کر کر اور رستہ صاف کر کے آگے بڑھیں۔ یہ بھی ابوالفضل پر دوسری چوٹ تھی۔ اس لئے کہ ابوالفضل سے اس کا سمدھیانہ تھا یعنی رشتہ داری تھی۔ اور یہ بھی منشا تھا کہ اسے احمد نگر فتح نہ کرنے دیا جائے اور خود فتح کرے۔ اور ابوالفضل بھی اس شطرنج کی چالوں سے واقف تھا۔ بادشاہ کو

پوری کیفیت لکھ بھیجی۔ بادشاہ کا حکم خان خاناں کو یہ پہنچا کہ اسیر گڑھ کا
پیچھا چھوڑ دے اور وہ بذات خود اس معاملہ کو دیکھیں گے۔ اور وہ فوراً احمد نگر
چلا گیا اس کے بعد ہی بادشاہ اسیر گڑھ پہنچا فتح کیا اور ابوالفضل کو اپنے
پاس بلا لیا۔ اسیر گڑھ فتح ہو چکا تھا اس لئے خاندیس کا نام دانیال کے
نام پر دان دیس رکھا۔ اور خاندیس میں برار شریک کر کر ایک صوبہ بنایا اور
دانیال کو وہاں کا صوبہ دار اور خان خاناں کو اس کا وزیر بنایا۔ اسی زمانہ
میں خان خاناں کی بیٹی جانا بیگم کا عقد دانیال سے ہوا۔ آگرہ سے سلطان
ابراہیم کی بغاوت کی اطلاع آرہی تھی اور ادھر راجو اور ملک عنبر
دونوں سرداروں نے مل کر شاہ علی کے لڑکے کو مرتضیٰ شاہ ثانی کا خطاب
دے کر گدی پر بٹھا دیا اور پھر بغاوت شروع کر دی۔ اور بادشاہ نے
پھر خان خاناں کو دکن بھیجا اور خود آگرہ چلا گئے۔ عبدالرحیم خان خاناں
ابوالفضل کو دکن کا انتظام کرنے چھوڑ گئے تھے۔ اس میں بھی خان خاناں
کی ایک چال تھی۔ چونکہ دانیال تو صوبہ دار رہا اور خود سپہ سالار دیوان تھا
اس طرح ابوالفضل ان کا ماتحت ہو گیا۔ وہ کیا کر سکتے تھے بیٹھے بیٹھے وہ
علتیں کیوں پیدا کرتے تھے۔ ابوالفضل نے جس قلم سے محبت آمیز خطوط
بھیجے تھے اسی قلم سے وہ تحریریں کیں کہ کوئی شیطان جیسے لعین کو بھی نہیں
کرتا۔ اس کے پہنچنے کے بعد ہم آپ ہی کی یہ کوشش ہوگی کہ سوچے کہ کہاں

وہ محبت اور کہاں یہ دشمنی۔ اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ جہاں دو دوستوں کے علٰحدہ علٰحدہ ترقی کے لئے کوشش ہو وہ ایک دوسرا جہان وہاں سے بھی دریغ نہیں کرتا لیکن جہاں دونوں کا مرکز ایک ہی ہے وہاں ایک دوسرے کو گرانے میں پس و پیش نہیں کرتے یہ نئی بات نہیں ہے تین سو برس پہلے بھی یہ بات موجود تھی۔ اور جہاں ایسی صورت پیدا ہوئی ہوگی یہی سبب ہوا ہوگا۔

شہزادہ سلیم کے غداری ختم ہونے پر ابوالفضل دربار میں بلائے گئے تو اس اثنا میں سلیم کے اشارہ پر اورچھہ کے راجہ نے ان کو ختم کر دیا سنہ ۱۶۰۴ میں شہزادہ دانیال نشہ کرنے کی بدولت مر گیا۔ اور اس کے انتقال سے عبدالرحیم خان خاناں کو جو اس کا داماد تھا بڑا رنج ہوا۔ اسی سال اکبر بھی دنیائے فانی سے ملک جاودانی کو روانہ ہوا اس کے مرنے کی تاریخ اس مصرعہ سے نکلتی ہے۔

الف کشید ملائک ز فوت اکبر شاہ۔

اور جہانگیر بادشاہ ہوا۔

بوقت تخت نشینی جہانگیر خان خاناں دکن میں تھا۔ انہوں نے کئی درخواستیں واپسی کے لئے دیں تب کہیں ان کو واپسی کی اجازت جہانگیر نے دیا وہ اس خوشی سے حاضر ہوا کہ اسے معلوم نہ ہوا کہ سر کے بل آیا کہ پاؤں کے بل۔ جہانگیر کے پیروں پر خان خاناں گر پڑا تو انہوں نے اٹھا کر چھاتی سے لگا لیا اور

مالاباشے سرداریداورچند زیورات جو قریب تین لاکھ کے تھی دیئے۔ اور ہاتھی گھوڑے ہمراہ دے کر پھر دکن روانہ کیا۔ عبدالرحیم خان خاناں دکن کے جھگڑوں کو مٹانے میں مصروف تھا کہ جہانگیر نے شہزادہ پرویز کو خان خاناں کی مدد کے لئے بھیجا۔ مگر اب بھی وہی پرانی باتیں نمودہوئیں۔ کہاں پرانا تجربہ کار معرکہ آرا اور کہاں یہ کم سن سپہ سالار۔ بارش کے زمانہ میں لڑائی شروع کر دی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ خان خاناں کو شکست ہوئی۔ اور احمد نگر جس کو انہوں نے تنہا فتح کیا تھا ہاتھ سے نکل گیا۔ اس کے بعد شہزادہ نے باپ کو خط لکھا کہ جو کچھ ہوا خان خاناں کی بری نیت کا پھل ہے یا تو آپ خان خاناں کو بلا لو یا مجھے بلا لو۔

یہ ۱۲۶۷ میں دہلی بلا لئے گئے اور قنوج اور کالپی ان کو جاگیر میں دیا گیا اور وہیں بھیجے گئے کہ وہاں کی بغاوت کو فرو کریں۔ دوسرے سال جب عبداللہ خاں کے انتقال کی کیفیت ملی تو یہ واپس جاگیر سے بلا لئے گئے۔ اور ان کو چھ ہزاری منصب اور خلعت دیگر اور ابوالحسن کو ان کے ساتھ دیکر دکن کو روانہ کیا۔ اور ان کے بیٹے شاہ نوز خاں کو تین ہزار منصب اور داراب خاں کو دو ہزار کا منصب دیا گیا۔

عبدالرحیم خان خاناں نے دکن میں پہونچکر سب معاملہ ٹھیک کر لیا۔ اور شاہ نواز خان کو فوج کے ساتھ بالاپور بھیجا۔ وہاں ملک عنبر کے کئی سردار

آملے جن کا اُس نے بڑی خاطر و مدارت کی اور اُن کے مشورہ سے ملک عنبر پر چڑھائی کردی۔ ملک عنبر کے فوجی دستے گاؤں گاؤں میں قائم تھے وہ یہ کیفیت سنکر بُڈھی دل کے موافق بڑھے لیکن شکست پاکر واپس گئے۔ ملک عنبر یہ کیفیت سنکر عادل شاہی اور قطب شاہی فوج کو لے کر آگے بڑھا۔ دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا لیکن ان دونوں کے بیچ میں ایک نالہ تھا جس میں دور تک دلدل تھی، یاقوت خاں حبشی نے ایک زور کا حملہ کیا لیکن گولی اور تیروں کی بوچھاڑ کی وجہ سے اُس کی کچھ فوج کھیت رہی اور باقی فوج واپس ہوگئی کیونکہ یہاں دلدل بہت تھی۔ ابھی غروب آفتاب کے لئے ایک پہر باقی تھا لیکن گولیوں اور توپوں کے دھواں کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شام ہوگئی۔ ملک عنبر کی فوج بھی اس حالت کو دیکھکر لال پیلی ہوگئی اور دشمن پر جا پڑی اور داراب خاں ہراول سے مقابلہ کرکر نالہ پار کیا اور اس طرف جا پہنچا۔ اور دشمن کی فوج کو چیرتا پھاڑتا ملک عنبر پر حملہ آور ہوا۔ وہ تلوار کی آنچ نہ سہہ کر جیسے بن کر اڑ گیا۔ دشمنوں نے اُس کا تین کوس تک تعاقب کیا اور معرکہ کا کچھ ایسا رنگ جما کہ لوگوں کو دیکھ کر قیامت کا شبہ ہوگیا۔

سنہ ۱۶۱۷ء میں جہانگیر نے شہزادہ خرم کو شاہ جہاں کا خطاب دیکر دکن بھیجا اور خود دوسرے سال مانڈو میں آکر قیام کیا۔ شاہ جہاں نے اپنی دانست میں پرانے سپہ سالار اُن کو دکن کی فتح کے لئے مقرر کیا اور وہاں کا انتظام

خاطر خواہ کر کر عبدالرحیم خان خاناں کو اپنا قائم مقام کر کر مانڈو وہ کو چلا گیا۔ باپ نے اس کو گلے لگایا اور شاہ نواز خاں کی لڑکی سے اس کی شادی کر دی۔ ۱۶۲۵ء میں خان خاناں دربار گیا اور جہانگیر نے ان کی بڑی آؤ بھگت کی۔ اور سات ہزاری منصب جو اب تک کسی سردار کو نہیں ملا تھا ان کو عطا کیا۔ اور مرصع تلوار اور ہاتھی گھوڑے دے کر دکن کی صوبہ داری ان کو دی۔

دنیا میں بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ دولت کی تلاش میں اپنی زندگی کھو دیتے ہیں۔ روشن ضمیری بھی ایک دھن ہے اور دولت بھی دھن ہے۔ اور دوسروں کے نظروں میں یا وقعت ہونا بھی دھن ہے۔ اور سب سے اوپر صبر و قناعت بھی دولت ہے۔ دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا نیک بخت ہوگا کہ خدا نے یہ سب چیزیں اس کو دیں۔ یہ سب باتیں ہونے پر بھی کبھی ایسا موقع آجاتا ہے کہ دیکھنے والوں کے دل بھی لرز جاتے ہیں۔ جس پر جو گزرتی ہے وہی اس کو جان سکتا ہے۔ ۱۶۲۷ء میں خان خاناں پر بھی یہی مصیبت پڑی تھی۔ جب وہ بوڑھا اور کمزور ہو گیا تو یہ سب باتیں اس پر بھی پڑیں۔ اور لکشمی (دولت) تو ان پر ایسی ناخوش ہوئی کہ پھر مڑ کر نہیں دیکھی۔ اسی سال ان کا لڑکا شاہ نواز خاں مے نوشی کے بھینٹ چڑھ گیا۔ اس کا ان کو کتنا رنج ہوا ہوگا وہی جان سکتا ہے جس پر گزری ہو۔ دوسرے سال بھی اس کا دوسرا لڑکا رحیم داد خاں بھی کوچ کر گیا۔ جہانگیر نے اپنی سوانح حیات میں اس حادثہ پر بہت رنج کیا ہے۔ اور ان کے

ہر لفظ سے رنج کے فوارے اڑتے ہیں۔

وقت کبھی ایسے رستہ پر لا چھوڑتا ہے کہ اس کے لئے دو ہی راستے ہوتے ہیں اور یہ دونوں ہی سخت ہیں۔ ان راستوں پر چلنے سے کیا نتیجہ ہوگا یہ خدا ہی جانے۔ ۱۶۲۲ء میں ملک عنبر نے سرحد پار کر لی تھی۔ اس لئے شاہ جہاں کو پھر دکن آنا پڑا۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ جب شاہ عباس ایران نے قندھار پر فوج کشی کی تھی۔ اور شاہ جہاں نے اس کو افغانستان بھیجنے کے لئے بلایا۔ مانڈو پہونچ کر شاہ جہاں نے اپنے والد کو خط لکھا کہ جس میں قندھار جانے کے متعلق اپنی کمزوریاں بتائی تھیں۔ جہانگیر اپنے بیٹے کا طرفدار تھا مگر وہ سر (نورجہاں) کے قبضہ میں ہونے کی وجہ سے وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا شاہ جہاں کے تخت نشین ہونے سے وہ یہ سمجھی ہوئی تھی کہ جو اس کو ریاست کے سیاہ و سفید میں دخل ہے جاتا رہے گا۔ اس وجہ سے نورجہاں نے شہریار جس کو اس نے اپنی لڑکی جو شیر افگن کے بطن سے ہوئی تھی دی تھی۔ باوجود شہریار قابل نہ ہونے کے اس کی طرفداری کی۔

شاہ جہاں نے دھول پور مانگ لیا جس پر پہلے سے شہریار کا قبضہ تھا اور اس کی طرف سے شریف الملک وہاں کا حاکم تھا۔ شاہ جہاں کے لشکری جب قبضہ لینے گئے لڑائی چھڑ گئی اور شریف الملک کے آنکھ میں تیر لگا اور وہ کانا ہو کر دربار میں چلا گیا۔ شاہ جہاں نے بہت کچھ عرض و معروضہ کر کر معافی چاہی اور اپنے دیوان افضل خاں کو وہاں بھیجا جو قید ہو گیا۔ نورجہاں کے مشورہ سے جہانگیر کی جاگیر

جو شمالی حصہ میں تھی ضبط ہو گئی۔ اور قندھار پر فوج کشی کرنے کے لئے شہریار کو حکم مل گیا اور پرویز اور مہابت خاں بھیجے گئے کہ شاہ جہاں کو قید کر کے لائیں۔ اس باپ بیٹوں کی جنگ میں بہت سے بارسوخ افسر مارے گئے۔ بدنامی ہوئی اور قید المضاف ملی۔ آخر میں تنگ آ کر شاہ جہاں کو لڑنا ہی پڑا اور خان خاناں کو ساتھ لے کر الٹ پڑا۔

عبدالرحیم خان خاناں کو دولت کا تجربہ تھا اور وہ ایسے لالچی نہ تھے کہ تھوڑے فائدے کے لئے کسی طرف جھک جاتے۔ انہوں نے بہت سوچ سمجھ کر کوئی راستہ اختیار کیا ہوگا۔ عبدالرحیم خان خاناں یہ تو جانتا ہی تھا کہ شراب نے جہانگیر کی عقل کو سلب کر لیا اور کچھ تھوڑی بہت بچی تھی وہ نور جہاں کی روشنی نے چوندھیا دی۔ اور اس کے دام محبت میں پھنس کر اپنے ہونہار بیٹے کا خراب کرنا چاہتا تھا۔ ایسے وقت پر بیٹے کا ساتھ دینا بادشاہ سے باغی ہونا نہیں کہا جا سکتا ہاں بلکہ کہ نیا دستہ کا کلنک کا ٹیکہ لگ سکتا ہے۔ دونوں طرف کی لڑائی کا تماشا دیکھنا یا تو خودکشی کے معنی رکھتی تھی یا ملک کی بربادی کہی جاتی۔ جو کچھ سیاسی معاملہ تھا وہ جو شاہ جہاں کے ساتھ تھا لہٰذا آخر تک انہیں کا ساتھ دیا۔

جب عبدالرحیم خان خاناں اور اس کا بیٹا داراب خاں دکن میں شاہ جہاں کے ساتھ ہو گئے تھے تو یہ کیفیت سن کر جہانگیر تزک جہانگیری میں لکھتا ہے کہ شہر میں کہا پھر جب ایسی غلطی کرے کہ ہم نے اپنے لڑکے کو نہ مارنے کے لئے سزا دی تو یہ ان کا

طرفدار ہوگیا تو دوسروں سے ہم کو کیا امید ہوسکتی ہے۔ ان کے باپ نے بھی ہمارے باپ کے ساتھ یہی برتاؤ کیا تھا اور انہوں نے بھی اپنے نطفہ کا ثبوت اس عمر میں دے دیا۔

رستم خاں سے شکست پاکر شاہ جہاں دکن لوٹا اور نربدا پار کرکے بہرام خاں کو اس کی گھاٹ میں نگرانی کے لیے مقرر کیا اسی اثنا میں ایک خط جو مہابت خاں نے عبدالرحیم خان خاناں کو لکھا تھا کہ شاہ جہاں کے ہاتھ پڑ گیا اس خط کے کنارے پر ایک شعر لکھا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ ہزاروں کی نگاہیں مجھ پر ہیں ورنہ میں اس تکلیف کے بندھن کو توڑ کر نکل بھاگتا۔ شاہ جہاں نے یہ خط خان خاناں کو تنہائی میں دکھایا مگر جواب کی گنجائش نہیں تھی شرما کر خاموش ہوگئے۔ بالآخر یہ نظر بند ہوئے اور یہ قید کر کے مظفر خاں بارہ قلعدار کے پاس بھیج دیئے گئے۔ داراب خاں عبدالرحیم خان خاناں کا بیٹا بھی آزاد تھا مگر اس سے جہانگیر کو کھٹکا تھا اس لئے آئے اور عبدالرحیم خان خاناں دونوں سے وہ وعدہ لے کر چھوڑ دیا۔

مہابت خان اور شہزادہ پرویز نربدا پر پہونچکر دیکھا کہ ناؤ اس کنارے پر لگی ہوئی ہے اور گھاٹوں پر فوج لڑنے کو مسلح ہے۔ پانی میں وہ زور تھا کہ گھوڑے بہ جانے کا اندیشہ تھا۔ مہابت خاں نے اس مضمون کا خط لکھا کہ شہزادہ کی خوش نصیبی سے وہ اس کے پیروں میں آگیا بعض کہتے ہیں کہ خط ایسا تھا کہ شاہ جہاں عبدالرحیم خان خاناں کی میٹھی باتوں سے اس کے جال میں پھنس گیا۔ شاہ جہاں نے اپنی فوج

اورخان خاناں سے اس معاملہ میں مشورہ کیا اور کچھ مشورہ کے بعد خان خاناں کو ہی اس کام پر بھیجنے کے لئے انتخاب کیا۔ قرآن رکھکر ان سے قسم لی۔ اور ان کے بال بچوں کو اپنے پاس رکھکر صلح کی بات چیت کرنے بھیجا۔ مہابت خان نے بہت کچھ تیاری کے بعد ان کا خیر مقدم کیا اور ایسی باتیں کیں کہ جس سے اس نے شاہ جہاں کو اپنی کامیابی کی دعا لکھ بھیجا۔ اس تحریر کے بعد گھاٹوں کے انتظام میں پسپائی شروع ہوئی۔ مہابت خاں بد باطن اسی موقع کی تاک میں تھا اس نے راتوں رات اپنی فوج ندی کے پار کر دی اور خان خاناں کو نظر بند کر لیا۔ شاہ جہاں وہاں سے بھاگا اور ناپتی پار کرنے کے وقت اس کی فوج بہت ضائع ہوئی۔

مہابت خان راجپوت نسل سے تھا مگر پیر بابا سے ان بن ہونے کی وجہ سے مسلمان ہو گیا تھا خان خاناں صحیح النسب نجیب الطرفین ایک سید یا سادہ ترک تھا۔ نسل کا جو کچھ اثر ہوتا ہے وہ صدر کے واقعہ سے واضح ہوگا اگر مہابت خاں اپنے دھرم کا پالن کرتا اور بہادرانہ طریقہ اختیار کرتا تو اس مہمان کو جو اس کے گھر آ گیا تھا اس طرح سے نیچا نہ دکھاتا بلکہ اس کو کہہ دیتا کہ میں تیرا مخالف ہوں اپنا انتظام کر لو۔

منشی پریم چند نے ایک تاریخی واقعہ اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اسپین فتح ہونے کے بعد مسلمانوں کے قبضہ میں چلا گیا لیکن ابتک وہاں کے عیسائی

لوگ اس کوشش میں تھے کہ وہ اپنی خودداری قائم رکھیں۔ چنانچہ عبداللہ نامی
ایک شخص جو کسی فوج کا عہدہ دار بھی تھا کچھ ایسی باتیں ایک لڑکے سے کہیں جس کی
وجہ سے وہ محب الوطن ہونے کی وجہ سے ناراض ہو گیا اور اس کو مار ڈالا۔ اور
باغ کی دیوار کود کر دشمنوں کے نرغے سے نکل کر عبداللہ مقتول کے گھر پہنچا۔ مخالفین
تعاقب میں ہی تھے۔ عبداللہ کے باپ نے اس عیسائی سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے
کہ لوگ تیرا تعاقب کر رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ ایک لڑکا مجھے میرے ملک کی تذلیل
کر کے مجھے ذلیل کیا ہے۔ اسے میں نے مار ڈالا۔ اور اس لئے یہ تعاقب ہے
میزبان نے پوچھا کہ اس کا نام کیا تھا۔ اس نے کہا کہ عبداللہ۔ میزبان نے ایک
چیخ ماری اور کہا کہ وہ میرا اکلوتا لڑکا تھا۔ اب میں تجھے زیادہ پناہ نہیں دے سکتا
اور نہ میں تجھے دشمنوں کے سپرد کروں گا۔ بس وہ اونٹ ہے کاٹھی لگا لے
اور چلا جا۔ میں نے اپنا فرض اور تیری حفاظت کا انتظام کر دیا۔ اب ان دونوں
چیزوں کو ملا کر دیکھئے۔ ایک طرف تو باپ اپنے بیٹے کے قاتل سے یہ بات چیت
کرتا ہے اور ایک طرف مہابت خاں، عبدالرحیم خان خاناں کو دھوکا دیکر
یہ فعل کرتا ہے۔ اورنگ زیب نے بھی ایسی ہی حرکت کی تھی۔ مراد جو نشہ کا
عادی تھا اُن سے دارا کے تخت نشینی کے بعد اپنے حقوق کی حفاظت میں آگرہ
کا رخ کیا اور اورنگ زیب بھی اورنگ آباد سے [illegible] کرانے ہوئے آگرہ
بڑھا۔ اُجین کے قریب ان دونوں شہزادوں کی [illegible]

دوری پر فوجیں پڑی ہوئی تھیں ۔ اورنگ زیب نے مراد کو یہ اطمینان دلایا تھا
کہ دارا شجاع دونوں حکومت کرنے کے قابل نہیں ہیں میں تجھ کو تخت پر بٹھا کر
حج کو چلا جاؤں گا۔ اورنگ زیب نے مراد کو اپنے پاس بلوایا۔ مگر ابھی اُسنے
اِس طرف آنے کا ارادہ نہیں کیا تھا کہ اورنگ زیب یہ سن کر کہ وہ شکار کو گیا
ہے پیشوائی کی اور اپنے ساتھ لے آیا۔ اور اُس کو اتنی شراب پلائی کہ وہ بیہوش
ہو گیا۔ اِس کے بعد اُس کے ہتھیار اٹھائے گیا۔ ایک باندی کو حکم دیا گیا کہ
اُس کے پیر دبائے ۔ اور چار ہاتھی ایک ہی طریقے کے جمعیت کے ساتھ تیار رکھئے
گئے اور ایک ہاتھی پر مراد کو گوالیار کے قلعہ کو بھیجا گیا تھا اور باقی ہاتھی
دوسرے سمتوں میں بھیج دیے گئے تاکہ اُس کی فوج کو یہ نہ معلوم ہو کہ مراد
کہاں بھیجا گیا۔ قبل بھیجنے کے جب مراد ہوش میں آگیا تو اورنگ زیب نے اُس
سے کہا کہ مردود ایسا مدہوش آدمی بھی حکومت کے قابل ہوتا جو اپنے ہتھیاروں
کی بھی حفاظت نہ کر سکے ۔ اس کے بعد اورنگ زیب نے مراد کو اپنے دربار
میں دلی بلوایا اور مراد نے اپنے دورِ حکومت میں ایک کا قصاص کر دیا تھا ۔
اُس کے ورثا کو مدعی بنا کر مقدمہ چلایا اور فتویٰ لے کر اُس کا قصاص کرا دیا
یہ تمام واقعات سر جادو ناتھ سرکار کے تصنیف شدہ کتاب موسومہ بہ
( Life of Aurangzeb ) میں درج ہیں۔

اِس نے خان خاناں کے بیٹے داراب خان اور دوسرے بال بچوں کو

بھیم سین کی نگرانی میں قید کر دیا۔ برہان پور میں رہنا مناسب نہ سمجھ کر شاہجہاں
تلنگانہ ہوتا ہوا بنگال چلا گیا اور سلطان پرویز اور مہابت خاں بھی دھاوا
کرتے ہوئے برہان پور پہنچے۔ خان خاناں کو اپنے بچوں کی قید ہونے کی خبر
سنکر سخت ملال ہوا۔ اُس نے بھیم سین کو خط لکھا کہ میرے بال بچوں کو چھوڑ
دو۔ ورنہ میں شاہی فوج کو روک دوں گا تو بھیم سین نے جواب دیا کہ ابھی
پانچ چھ ہزار آدمی ہیں اگر تم لڑنے پر آمادہ ہوئے تو تمہارے بال بچوں کو پہلے
قتل کر ڈالیں گے اور پھر تمہارا مقابلہ کریں گے۔ شاہجہاں لڑتا بھڑتا
بنگال پہنچا اور داراب خاں کو آزاد کر کر وہاں کا صوبہ دار مقرر کیا اس کے
بال بچوں اور شاہ نواز خاں کو اپنے ساتھ لے کر بہار گئے۔ اور مہابت خاں
اپنی فوج کے ساتھ الٰہ آباد آ گیا تھا۔ اور بنارس کے مقام پر دونوں فوجوں
کی معرکہ کا جنگ ہوا۔ شاہجہاں کامیاب ہو کر واپس آیا۔ اور داراب خاں
کو طلب کرنے کے لئے حکم بھیجا۔ اس نے جواب دیا کہ زمینداروں نے مجھے گھیر
لیا ہے میں کس طرح سے آسکتا ہوں۔ شاہجہاں نے یہ خیال کیا کہ جہانگیر
کے موافق یہ بھی دشمن سے مل گیا ہے۔ داراب خاں اور شاہ نواز خاں کے
لڑکوں کو مروا ڈالا۔ شاہی فوج نے بنگال پہنچ کر اس پر قبضہ کر لیا۔ اور داراب خاں
کا سر کاٹ کر ایک طشت میں رکھ کر خان خاناں کے پاس بھیجدی۔ اور
مہابت خاں کے نوکروں نے بادشاہ کے حکم کے مطابق یہ کہا کہ بادشاہ نے

تربوزہ بھیجا ہے بوڑھے سردار نے آنکھوں میں آنسو بھر کر آسمان کی طرف
سر اٹھا کر کہا کہ شہیدی ہے۔ (شہیدی کے معنی خون جیسا رنگ ہے)
۱۶۲۳ میں جہانگیر نے ان کو قید سے رہا کر کے اپنے پاس
بلوالیا۔ جاتے وقت مہابت خاں نے ان کا مناسب سفر کا انتظام کیا۔
جہانگیر خود لکھتا ہے کہ سامنے آنے پر شرم کے مارے سر نہیں اٹھایا ہی
جہانگیر نے کہا کہ جو کچھ ہوا ہے وہ کرم کے مطابق ہوا ہے وہ نہ تمہارے
ہاتھ کی اختیاری تھی نہ ہمارے۔ اس کے لئے شرمندہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ
ہم اپنے کو تم سے زیادہ باشرم سمجھتے ہیں۔ اس کے بعد ایک لاکھ روپیے
اور خان خاناں کا خطاب جو چھین لیا گیا تھا قنوج کو جاگیر میں دے کر
روانہ کیا۔ اس وقت خان خاناں نے یہ شعر پڑھ کر مبارکباد دی۔

مرا لطف جہانگیرے ز تائیدات ربانی
دوبارہ زندگی دادہ دوبارہ خان خانانی

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایشور کی مدد سے جہانگیر کی مہربانی سے
مجھے دوسری مرتبہ زندگی ملی اور خان خاناں کا خطاب ملا۔

اس کے بعد جب نورجہاں مہابت خاں سے بگڑ گئی تب اُسے
بُلایا۔ بادشاہ کشمیر کی طرف جا رہے تھے اور یہ پانچ چھ ہزار راجپوت فوج
کے ساتھ لاہور ہوتا ہوا آیا۔ یہاں خان خاناں بھی تھے اس کے تیور بگڑے

دیکھ کر سمجھ گئے کہ یہ آندھی بن کر آیا ہے خوب ڈھول اُڑا کر جائے گا اس لئے نہ اس سے ملنے ہی گئے اور نہ اپنے آدمی ہی پوچھنے کے لئے بھیجا۔ جب جہلم ندی پر پہنچ کر مہابت خاں نے جہانگیر اور بیگم کو قید کر لیا تب انہیں لاہور سے دلی جانے کا حکم دیا۔ دلی پہنچتے ہی اس کے دل میں کچھ شبہ ہوا۔ اسلئے پھر لاہور بلوا لیا۔ جب نورجہاں کے پھندے سے جہانگیر چھوٹ گیا اور مہابت خاں بھاگا تب سلیم نے اس کو شکست دینے کے لئے خان خاناں کو مقرر کیا۔ اس کو سات ہزاری منصب اور خلعت مرصع تلوار، ہاتھی گھوڑے دیکر روانہ کیا۔ مہابت خاں کی جاگیر اور اجمیر کا صوبہ انہیں دیا گیا۔ اس غرض سے وہ لاہور سے دلی آئے لیکن وہاں بیمار ہو چکے تھے۔ وہ ہو چکے ۷۲ سال کی عمر میں سنہ ۱۶۲۷ء میں انتقال کر گئے ان کا مقبرہ ہمایوں کے مقبرہ کے پاس اپنے بیوی کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔

بہرام خاں اہل تشیع سے تھے مگر یہ سنّی تھے۔ عبدالرحیم خان خاناں عربی میں خاص مہارت رکھتے تھے اور فارسی اور ترکی ان کی گھر کی باندیاں تھیں۔ بڑی بات یہ ہے کہ سنسکرت زبان جو نہ ان کی ملکی نہ مادری زبان تھی اس میں بھی انہوں نے خاصی لیاقت حاصل کی۔ ایک کتاب انہوں نے علم نجوم پر لکھی ہے جس کا نام (खेट कौतुकम्) اس میں بارہ گرہوں کے اثر ایک شلوک میں دیا ہے۔

آگرہ میں انہوں نے بہت سا روپیہ خرچ کر کے ایک حویلی بنائی تھی۔ ایک باغ بھی اس کے متصل ہے جو فتح باغ یا فتح واڑی کے نام سے موسوم ہے۔ اس نے ایک شاہ باڑی بھی آباد کی تھی۔ جس میں اچھے اچھے محل تھے۔ اور یہیں بھی کچھ محل بنوائے تھے۔ جہاں ان کا نانا جمال خاں رہتا تھا۔ چنانچہ اب بھی وہ عمارت ترپولیا کے نام سے مشہور ہے۔ دلی کا مقبرہ اب کھنڈر ہو رہا ہے۔ یہ مقام نظام الدین کی درگاہ اور بارہ پل کے درمیان ہے۔ عبدالرحیم خان خاناں کی مدح فقط ہندوستانی کوئی (شاعر) تھے بلکہ ایک شخص جمال الدین متخلص عرفی شیراز سے آتا ہے اور وہ بھی اس کی مدح میں قصیدے لکھتا ہے اور خاطر خواہ انعام پاتا ہے۔

ایک عجیب بات میں نے شاعروں میں دیکھی ہے کہ وہ کچھ کچھ غیب دان بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ ذوق ایک غزل میں لکھ رہا تھا اور اس غزل کا ایک مصرع یہ تھا کہ ؎

سنتے ہیں آج بھوپال میں تلوار چل گئی

اس کے بعد ایک صاحب بھوپال سے آئے اور انہوں نے بھی کہا کہ ٹھیک اس تاریخ بھوپال میں تلوار چل گئی تھی۔ اسے سچ مانئے یا مبالغہ سمجھئے کہ ؎

اکبر نے بیربل سے ایک مصرع یوں کہا ؎

من چندر کو چھیر کسوم چھئو اُے

یہ سن کر بیربل نے پورا واقعہ بیان کر کے سنایا۔

ایک سکھی پیو نے بیر کے منکو کھول۔ کے آپ تنبول کھلایا

لالن لال، پہ بیٹھے ہوا سگے کہ چھتیاں بلساےُ

مسکا کے پیکیو گمبر و ٹھکو سے من چندر کو چھیر کسوم چھئو اُے

اِس طرح سے ایک واقعہ بیربل کا اور کہا جاتا ہے کہ اکبر نے ایک مصرع کہا ؎

یا رمن کوتہ است ناز نہ واند ہنوز

فوراً بیربل نے گرہ ماری اور یہ مصرع کہا ؎

کہ دست چپ از دست راست نہ واند ہنوز

یہ واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ اکبر گھوڑے پر کسی گاؤں سے گزر رہا تھا۔ گاؤں کے لوگوں نے اُسے سلام کرنا شروع کیا۔ ایک لڑکی کم عمر بھی وہاں کھڑی تھی۔ اُسے کیا معلوم کہ سیدھے ہاتھ سے سلام کرنا یا بائیں ہاتھ سے۔ اُس نے بائیں ہاتھ سے سلام ٹھوک دی۔ یہ تمہید ہے اس واقعہ کی جو آگے آتا ہے۔

عرفی ۳۶ سال کی عمر میں زہر کے اثر سے فوت ہوا۔ کہا جاتا ہے

کہ نسیمہ نامی ایک باندی پر وہ عاشق تھا۔ اور عرفی کے دوسرے بھی اس معاملہ میں رقیب تھے۔ ایک باغ میں نسیمہ انار کی کلی توڑ کر اپنی چوٹی میں لگا رہی تھی عرفی بھی پہنچا اور اس نے کچھ کلیاں توڑ کر دی اس نے اپنی چوٹی میں لگالی نسیمہ نے ایک انار جو پختہ ہو کر کھل گیا تھا وہ توڑ کر دی۔ کہا جاتا ہے کہ اس انار میں پہلے ہی سے زہر ملا دیا گیا تھا۔ نسیمہ نے کہا کہ آپ کی دی ہوئی کلیاں میں نے چوٹی میں لگا لی۔ آپ بھی میرے دیئے ہوئے انار کو کھا لیجئے۔ چنانچہ اس نے کھایا زہر کا اثر ہوا اور ختم ہوا۔ مگر یہ واقعہ ہونے کے بہت دن پہلے عرفی نے پیش گوئی کی تھی کہ اس کی خاک نجف اشرف کو جائیگی۔ چنانچہ ملا رونقی ہمدانی نے اس کی تمنا اس طرح پورا ہوتا منظوم کیا۔

یگانہ گوہر دریائے معرفت عرفی — کہ آسمان پے پرورشش صرف آمد
چون عمر او بسر آمد ز گردش گردون — شکست بر صفت دلہا پر سخف آمد
تم زدا ز پئے تاریخ رونقی قلم — بکاوشش مژہ از گور تا نجف آمد
بکاوشش مژہ از گور تا نجف برم — فکند تیر دعائے و بر ہدف آمد

یوں اس کی خاک نجف اشرف پہنچی کہ عرفی کے بازو ایک فقیر بیٹے دوست کی خبر جو عرفی کی تختی سمجھ کر وہاں سے اس کی خاک لے گیا اور اور نجف اشرف میں دفن کیا۔ یہاں پر یہ عرض کر دینا بے محل نہ ہوگا کہ

عُرفی کو فیضی سے مخالفت تھی اور کہا جاتا ہے کہ جہانگیر سے اُس کو عشق تھا۔ بس اُس کے قتل کے سبب ہوئے تو دونوں میں سے ایک۔ اور اعانت کی نسیمہ نے۔ خیر ہم دنیا داروں کو اُس کے قصیدے اور دیوان جو اُس نے اپنی یادگار چھوڑا ہے تصدق میں دعا کرنا چاہیئے کہ خدا اُس کو جنت میں جگہ دے۔ اور نسیمہ کو حور بنا کر اوس کے تفویض کرے کہ مرنے کے بعد تو بھی اُسکی تمنا پوری ہو یا دوسرا جنم اِن دونوں کو دے تا کہ ہیر اراجہ یا شیریں فرہاد اور بڑے لوگوں کے منشاء کے موافق اِس کو کامیابی ہو۔ اب وہ قصیدے جو عُرفی نے اُس کی شان میں کہے ہیں اُن کو لکھ کر اِس کی سوانح حیات کو ختم کرتا ہوں۔ دُوسرے آگے آتے ہیں۔



# در مدح خانخانان بنا بر پیش میر ابوالفتح

بیا که با دلم آن میکند پریشانی — که غمزهٔ تو نکرد است با مسلمانی
ز دیده در قفسی مردم همسان قفس فریاد — که بی مردم و اگه چنین با ساقی
کسی که تشنهٔ لب نازست بداند — که موج آب حیاتست چین پیشانی
شکست غمزهٔ اسلام شکست که دو روز — محبت تو کنم جمع با مسلمانی
ترحمی نکند حسن بر دلم گویی — که در زمانه یوسف نبود زندانی
که گفت مطلع دیگر چنین بباری گفت — که تازه سازد ازین مطلع آفرین خوانی
نه بی وفایی تو هم پا به پشیمانی — نگاه کرم تو تکلیف نامسلمانی
متاع حسن تو سرمایهٔ تهیدستی — خیال زلف تو مجموعهٔ پریشانی
لب تو جرعه ده بادهٔ دل آشوبی — غم تو شانه کش طرهٔ تن آسانی
گل کرشمه بخندد چو چشم بازکنی — بهار عشوه بریزد چو رخ بپوشانی
ز دین خویش سوالشان کنند در محشر — کسی که خلق تو گردید بر مسلمانی
چنین که لشکری از صرع نامه مودوم — قلم که دست ازین می برد به گریانی

چو دست وزخم اندیشه میزند دیگر / گر بجوششش در آمد شراب ریحانی

ملی چو سینهٔ الهام ووحی می جوشد / زشوق انجمن فهم میزبانانی

زفر عدل دمی امروز یک بها دارد / متاع نوشیروانی وخانخانانی

بیون مکرمت ادنیا زند کاسه تهی / زنقد یغمائی بروی مهمانی

دمیکه دست برآورد زآستین جودش / بچشم آز کند موج بحر سوهانی

بعهد او شعرا در صفات زلف بتان / کنند نقل بجمعیت از پریشانی

ازبیم او که نیارد نشانه اگر دفتور / فلک بدامن احوال انسی دجانی

سکن ز رجبله برای اگر پدید سردم / بگاه دمشتی از والتماس ترخانی

بوصف رایش اگر خامه زن توهم گردد / اناملم همگی چون هلال نورانی

هوای وصف کمندش بخاطرم زد پیچ / گره شد افعی اندیشه ام زپیچانی

دل عدو ز تو ویران ترست زان موضع / که در زمانهٔ جود تو سکندکانی

تو زیب محفل وبن بمنت که درسیدرا / سر زمانه بلنفراک بسته میرانی

نهاد بخت تو در گلشنی بود سرسبز / که راه کاهکشانش کند خیابانی

چو سدره ریشه دوانید درجهات آید / درخت عمر تو در چار باغ ارکانی

زحد گذشت حق خدمت فلک ترسم / که زیر بار خودش چو عرش بنشانی

زمانه جمع کند شش جهت بیک جانب / اگر تو رخش چنو مست بیک جهت رانی

همیشه دولت جاوید تست که در هر گام / بساط کون ومکان بایدش بمیدانی

برهنه پا و سر آید ابد بدنبالش — اگر عنانش بصورت ازل گردانی
بخرق عادت اگر ملتفت شوی شاید — که کهنه خویش و را در ادراک عقل گنجانی
شجاعتی تو دلی نعمتی بود که کند — مبلغ خس جگر شیر شرزه بریانی
چو عرض معجزه را تربیت دهی شاید — که سایه در بغل آفتاب پالانی
چو رخش کینه بتازی بروزگار نبرد — که گرد تحت ثری بر سپهر بنشانی
قلم برای صلاح تو میبرد ورنه — کجا رسد بدو انگشت نی جهانبانی
بحال عصای کلیم است خامه تو دلی — صلاح در قلمی دیده نی به ثعبانی
ز قلم کشان یمین و یسار دشمن تو — که مسکندر سخن و سنجی و قلمرانی
زبهر شدت خذلان او بدل کردند — طبیعت ملکی را به نفس شیطانی
سه گانه گوهر والا ترا رده ده کون — که جنس معدنی و نامیه است حیوانی
ازان میان وجود و عدم فرود آمد — که حرف رد و قبولیت شود بآسانی
فلک سپهر دیکت آفتاب در مطلع — مثال دیده عاشق نگاه حیرانی
گهرشناسا در پیش پای من بسنج — ثنای من که به فرق تو باد ارزانی
غلط سنج و سخن با کمال نسیان کن — مباد چیده دگر بار بر سپهر افشانی
ابکسا ز خاش بگیری که این گران گهر — متاع من که بقیمتش مباد ارزانی
نا خفش دست زده شهر و زرش مطلب — متاع من همه دریاکست ربا کانی
زبسکه لعل فشاندم شبر دل پیاس — بکیست نسبت شیرازی و بدخشانی

بعهد جلوهٔ حسنِ کلام من انداخت — قبول شاهد نظم کمال اصفهانی

کنون که یافت چمن کدهٔ سهای شیراز — خرد ز دیده کشد سرمهٔ صفاهانی

یقین که تافته ابیاتش چه خالی یافت — ز تابِ اطلس من شعر بافِ شروانی

زمانه بین که مرا جلوه داد تا از رشک — بداغهای لب از مرگ سوخت خاقانی

گرفته روی زمین جمله آفتاب صفت — چو تیغ زبان شهره‌ام بآسانی

بسحرهای که درو دیو از دگار خراب — که بر ترانه زدم تکیهٔ سلیمانی

چو کرده‌ام سیل لعالی قصیده‌ام بیروت — که اهل خلعت دارائیست خاقانی

ز شوق بوقلمون جلوهٔ عبارت من — مدام شاهد معنی نمود عریانی

ز سحر خامهٔ جادو اثر فرستادم — بجای شعر بکانند شراب روحانی

بنوش و باک مدار این شراب خانه مرا — که نیست خوردن این باده را پشیمانی

از این شراب گر آلوده دامنی خیزد — بکش که بر تو حرام است پاکدامانی

زمانه خواند و فلک [illegible] — که این قصیده بیاض بود نه دیوانی

بآستانهٔ تو صد گنج شایگان ریزد — چه آستینت اگر نامه‌ام بر افشانی

بده برادری ناجنس نامه‌ام که مرا — درین قصیده بپرور کمال نقشانی

مرا ز نسبت همدردی کمال شهرت — دگر نه شعر چه شعم دارد از غلط خوانی

ز صفای طبعم بشاعر شروان را — [illegible] کرده شروانی

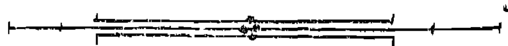
کنون که رتبه لطافت گرفته شعر از من — کند نسبت این اعتبار یونانی

هنوز هست امیدش که یابد از تفهیم — بعون خدمت صاحب خطاب گیلانی
مقر جایگه من از بهر روح ساز و هم — نه انوری نه ثنائی و نه نه بهمانی
چه صاحب آنکه ورا حال خاطرش نشنید — قضا نه صورت دیوار عذر بیجانی
همان که هست ترا بار دان افلاطون — خطاب لفظی او با وی تکلم جانی
همان که گر به گلگشت از آن تو وا داری — که تو بهار طبیعت برد بخشدانی
همان که فرق فلک را به تیغ بشکافد — گرت ز حادثه چینی فتد به پیشانی
همان که ابر عطایش چو فتنه بار شود — جهان ز حفظ تو جوید کلاه بارانی
همان که تشنه از هیچ دست طرف کلاه — که تو نثار وفائی بر آن نیفشانی
سخن صریح بگویم حکیم او افصح است — که تو بهر فضائل تا ابرش خوانی
دلیر زاتش پرستم که از لیاقت او — گرفته بر سر تخته سیرت مسلمانی
ذخیره شد از من که مانی از صورت — نشسته بر هم از وی که صورت ارزانی
از آن ندیده تنها گویت که تو ای تتمیم — ترا داور ایک تن بخشم روحانی
دلیل و عادت این است که مدح خود گویا — مرا به مدح تو فرمود گوهر افشانی
تو چون گذر بکنی آنجا به نظم رنگینم — که مستعر عرش تخمینی کرد بیت لبنانی
ضمیر وی همی اینجا نشان دهد پیدا — که تا تحفه تر ای با منبر سبحانی
درین زمان دو سه بیتی که دیده در تکلم — ذخیره دارم از انعام های ربانی
قصیده ها شده در تار سایه نیک ایام — که شوق من به ثنا خواند آن تو میدانی

تبارک الله زهی گوهر محیط عطا　　که از افاضت او قطره گرد عمّانی
ز نفس کلی و دریای گوهر دانش　　ز عقل اول و دانا و جوهر ثانی
عداوتش به گهر سیمیای مصلحتی　　عنایتش به اثر کیمیای رحمانی
بجای دیو ملک را کند به شیشه اگر　　کسی بخلوت خلقش کند پریخوانی
نخست خویشتن بخشد از گران گهری　　چو دست همتش آید به گوهر افشانی
زمانه را و فلک را بوی خطابی بود　　نه دوش دوش دم اشراق صبح امکانی
زمانه گفت تو پیروزی و من ترنج زرم　　بکام خود بطرازم چنانکه میدانی
سپهر گفت تو آنی که تو من آنچه منم　　براه عجز برانم چنانکه میدانی
شگفته بخت وی و دل شکسته طالع خصم　　ندیم میکده و کام جوی زندانی
چو رسم خدمت ادعام گشت گردون گفت　　که داغ صورت چین تازه شد ز بیجانی
زمانه گفت فلک را که ای بیاید ابر　　مراتب کف جودش بگوهر افشانی
فرو گریست که آری که نفس فلک　　بعلم جوهر اول رسد ز گردانی
سخن شناس ادیبی و دیده باشی هم　　علو پایه من در مقام سحبانی
فلان مربی و من تربیت پذیر این بس　　از فضل خود چه زنم لاف های طولانی
دراز شد سخنم جای شرم و تن زدنست　　گرفتم آنکه آلی ست جمله ثمانی
طریق ذیل چه بودیم در خجالت گاه　　که لنگ شد خرد هم را سمند جولانی
ثنای صاحب مدح تو همچو شیر و شکر　　بهم سرشتم و دیگر نیست مشکل وجدانی

نوای لاف دگرانی که سنت شعر است — زدم چنانکه دلم خون شد از پشیمانی
تهی در رزو زجهان باد بر دلم هرگز — که زلف شاهد نظمم کند پریشانی
حدیث آب و علف خود نبرد من باوست — که نظم و نثر خودم کرده آبی و نانی
تمام همت و سر تا قدم مراد دلم — اگر دهی نتانم دهم چو بستانی
وگرچه ماند دعائے کنون بگو چه کنم — طلب کنم که نه تحصیل حاصلش خوانی
همیشه تا نه بود ثانی اقدام از اول — همیشه تا که بود سر بتاج ارزانی

ز سایه تاج ده فرق بخت عمر حق باد
همای دولت مخدوم اوّل و ثانی



(१) जेहि रहिम मन आपनो, कीन्हों चतुर चकोर।।

निसुबासर लाग्यो रहै कृष्ण चन्द्र की ओर।।-

جیہی رحیم من آپنو کینہو چتر چکور ۔ نس باسر لاگے رہے کرشن چندر کی اور

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ چکور (ایک پرندہ ہے جو اکثر رات کو کھاتا) جو چاند کی طرف دیکھتے رہتا ہے یعنی اس کو مطلوب چاند کی ہے۔ اسی طرح سے رحیم (جو اپنے کو چکور سے تشبیہ دیتا ہے) اپنا خیال کرشن کی طرف لگائے رکھو۔ اس دوہے کے سمجھنے کے لئے ذیل کے شعر میں مفہوم کو لایا گیا ہے۔

یکے خواہم یکے جویم یکے دانم یکے بینم
بجز یا ہو و یا من ہو دیگر چیزے نمی دانم

(२) नात नेह दूरे भलो, लो रहीम जिय जानि। (۳)

निकट निरादर होत है, ज्यों गड़ही को पानि।।-

نات نیہہ دورے بھلی، لو رحیم جیو جانی ۔ نکٹ نرادر ہوت ہے جیوں گڑہی کو پانی

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ اپنے لوگوں سے دوری کی محبت اچھی ہے ورنہ اس کی حیثیت گڑھے کے پانی کے جیسی ہو جاتی ہے۔ یعنی جو آتا ہے سو منہ دیتا ہے۔

اس مضمون کو ذوق نے بھی باندھا ہے کہتا ہے کہ ۔

اپنوں سے نہ مل پائے ہیں اپنوں ہی کے دشمن ؛ ہر شے میں بھری آگ نیساں کیلئے ہے

(३) राहमन सांचो सूर को बैरी करत बरवान। (۳)

साधु सराहे साधुता, यती योगिता जान॥-

رحمن سانچے سور کو بیری کرت بکھان ؛ سادھو سراہے سادھوتا۔ یتی یوگتا جان

دوہے کا مطلب یہ ہے کہ بہادر دشمن کی تعریف کرتا ہے۔ لائق لوگ لائق لوگوں کی تعریف کرتے ہیں۔

(४) करत निपुनहि गुन बिना, रहिमन गुनीहजूरि (۴)

मानो टेरत बिटप चढ़ि, यहि प्रकार हम कूर॥-

کرت نپونائی گن بنا۔ رحمن گنی حضور ؛ مانو ٹیرت بٹپ چڑھی۔ یہی پرکار ہم کور

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ بغیر لیاقت کے لوگ بھی حضور کرتے پھرتے ہیں۔ تو یہ سمجھو کہ کم لیاقت لوگ اونچے درجہ کو پہنچ گئے۔ جیسے ہم گوڑ (دماغ)

(५) रहिमन प्रीति सराहिये, मिले होत रंग दून॥ (۵)

ज्यों हरदी जरदी इतजी, तजी सफेदी चून॥-

رحمن پریتی سراہیئے۔ ملے ہوت رنگ دون ؛ جوں ہردی زردی تجی۔ تجی سفیدی چون

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ رحمن یہ محبت قابل تعریف ہے کہ جب ہلدی چونے سے ملی تو اپنا پیلا رنگ چھوڑ دیا۔ اور جب چونا ہلدی سے ملا تو وہ

اپنی سفیدی چھوڑ دی ۔

(६) रहिमन खोटी आट को, सो परिनाम लखाय। (۶)

ज्यों दीपक तम को भखै, कज्जल वमन कराय।।

رحمن کھوٹی آدی کو سو پری نام لکھائے ، جو دیپک تم کو بھکھے کجل بمن کرائے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ رحمن بری عادت کا نتیجہ بری ہوتا ہے

جیسا چراغ تیل پیتا ہے اور کاجل پیدا کرتا ہے اس کے مماثل ایک مثل ہے

جو آگ کھائیگا وہ انگارے ہگے گا ۔

(७) रहिमन ओछे प्रसंगते, नित प्रति लाभ बेकार। (۷)

नीर चुरावै सम्पुटी मार सहै घरियार।।

رحمن اوچھے پرسنگ تے نت پرات لابھ بیکار ، نیر چراوے سمپوٹی ۔ مار سہے گھریار

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ رحمن بری صحبت سے سوائے نقصان کے

اور کچھ فائدہ نہیں ۔ جیسے کٹورا تو پانی چراتا ہے اور مار گھڑیال کھاتی ہے ۔

پرانا طریقہ وقت معلوم کرنے کا یہ تھا کہ ایک کٹورے میں جو پانی پر

تیرتا رہتا تھا ایک سوراخ کر دیا جاتا تھا ۔ اس سوراخ کے ذریعہ سے کٹورے

میں پانی پہنچتا رہتا تھا جب کٹورا ڈوب جاتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ ایک گھنٹہ

ہوا ۔ اس کا لحاظ کرتے ہوئے گھنٹہ بجایا جاتا تھا ۔ اسی کی طرف رحیم کا اشارہ

ہے کہ پانی تو کٹورا چراتا ہے اور گھڑیال مار کھاتا ہے ۔

دوسرا طریقہ وقت معلوم کرنے کا یہ تھا کہ دھوپ گھڑی سے بھی وقت معلوم کرتے تھے۔ یہ جنتر منتر دہلی میں اب بھی موجود ہے اور امرتسر کے گردواروں میں بھی موجود ہے۔ اس کے بعد ریت گھڑی بھی ایجاد ہوئی کسی کا شعر ہے ؎

غافل تجھے گھڑیال یہ کرتی ہے منادی
کہ ایک گھڑی عمر کی تو نے اور گھٹا دی

اور ایک محاورہ یہ بھی ہے کہ گھڑی میں گھڑیال بجتی ہے۔ یعنی ایک ایک گھڑی کرتے ہوئے گھنٹے گزر جاتے ہیں۔

(۵) सबै कहावै लसकरी सब लसकर को जाय। (۵)
सलै सड़ाके जो सहै, सोइ जगीरै खाय ॥ -

سبھی کہاویں لسکری۔ سب لسکر کو جا ئیں
سیل سڑاکے جو سہے۔ سو ہی جگیرے کھائیں

دوہے کا مطلب یہ ہے کہ سب ہی لڑائی کو جاتے ہیں۔ اور سب ہی لشکری کہلاتے ہیں لیکن جاگیریں اُن کو ہی ملتی ہیں جو ڈھول اور سلاکے (چابک کا مار) کھاتے ہیں۔ یہ شعر اس مضمون کو اور صاف کر دے گا کہ ؎

بھلا تم سے تو کہہ کر سرِ تیغ تلے دشمن کو یہیں ہیں پیارے! ہم کارِ دو ہم دے

اور ایک مصرع ہے ؎

ہے یہ مرد سپاہی پیشہ بھرتا لشکر ہے

اور یہ بات نئی نہیں ہے نیلسن کیا بن بال سے لارڈ نیلسن بن گیا اور آرتھر ولزلی چھوٹی خدمت سے ڈیوک آف ویلنگٹن بن گیا۔

(९) जो रहीम होती कहू प्रभु गतिआपने हाथ। (۹)

तौ कोधौं केहि मानतो, आप बड़ाहि सथ॥–

جو رحیم ہوتی کہوں پربھو گتی اپنے ہاتھ

تو کودھوں کہی مانتو آپ بڑائی ساتھ

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ اے رحیم اگر بھگوان کی طاقت اپنے ہاتھ میں ہوتی تو کون کس سے مانگتا۔ اور اپنی برابری بھی کون کیسے دیتا

(१०) जो विषया संतन तजी, मूढ़ ताहि लपटाय (۱۰)

ज्यों नर डारत वमन कर, स्वान स्वाद सों खाय॥–

جو وشیا سنتن تجی موڑھ تاہی لپٹا ــ

جو نر ڈارت ومن کر سوان سواد سوں کھائے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ اے رحیم دنیا میں تمام خواہشات کو مہاتماؤں نے ترک کر دیا ہے بیوقوف لوگ ان میں ہی پھنستے ہیں

جیسے کوئی شخص الٹی کر دے تو اسے کتے بڑی چاہ کے ساتھ کھاتے ہیں

(११) अधम वचन काको फल्यो, बेठि ताड की छांइ। (۱۱)

रहिमन काम न आयहे, ये नीरस जग मांह ॥-

ادھم وچن کا کو پھیلو بیٹھی تاڑ کی چھاؤں

رحمن کام نہ آئے ہے یہ نیرس جگت ماہیں

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ تاڑ کی چھاؤں میں بیٹھ کر کس کو

آرام ملا ہے اسی طرح برے الفاظ کس کو آرام دئے ہیں۔

(१२) अनकीन्ही बात करै सोवत जागै जोय। (۱۲)

ताहि सिखाय जगाय रहिमन उचित न होय ॥-

ان کینی بات کرے سوت جاگے جوئے

تاہیں سکھائے جگائے دو رحمن اچت نہ ہوئے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جو کام نہیں ہو سکتا ہے اس کی شیخی

مارتا ہے جاگ رہا ہے مگر صورت سونے کی بنا رہا ہے اس کو سکھانا

یا جگانا بیکار ہے۔

(१३) अनुचीत उचित रहिम लघु, करहि बडेन के जाब।

ज्यो ससिके संजोग तें, पचवत आगे चकोर ॥-

انوچت اچت رحیم لکھو۔ کرہیں بڑین زور۔ جوں سسی کے سنجوگ لے پچوت آگ چکور

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ رحیم چھوٹے لوگ بڑوں کے زور پر جائز اور ناجائز سب کچھ کر سکتے ہیں جس طرح چکور نیشاد رہا کے زور پر آگ پچا جاتا ہے ۔

(२४) अनुचित वचन न मानिए जदपि गुराइसु गाढ़ि ।
है रहिम रघुनथ तें सुजस भरत को बाढ़ि ।।-

آنوچت وچن نہ مانئے جدپی گراسس گاڑھی
رحیم رگھوناتھ تے سجس بھرت کو گاڑھی

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جائز بات اگر گرو کا حکم بھی ہو تو بھی اسے نہ ماننا چاہیئے۔ سری رام جی نے بھرت جی کو راج گدی پر بیٹھنے کی آگیا دی تھی لیکن انہوں نے تعمیل نہیں کی ۔ اس سے ان کی شہرت یا ان کا نام رام چندر جی سے بڑھ گیا ۔

(२५) अब रहीम मुश्किल पडी, गाढे दोउ काम (۱۵)
साँचे से तो जग नही झूठे मिले न राम ।।-

اب رحیم مشکل پڑی گاڑھے دو او کام
سانچے سے تو جگ نہیں جھوٹے ملے نہ رام

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ اے رحیم بڑی مشکل کا موقع ہے دونوں کام بہت مشکل ہیں۔ سچائی سے تو دنیا نہیں ملتی ۔ اور جھوٹے سے

پرمیشور نہیں بتا -

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

(१६) अमर बेलि बिनु मूल की, प्रतिपालत है ताहि (۱۶)
रहिमन ऐसे प्रभुहि तजि खोजत फिरिए काहि ॥-

امر بیلی بن مول کی پرتی پالت ہے تاہیں
رحمن ایسے پربھو نائی تجی کھوجت پھر کاہیں

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ امر بیل (آب حیات) جو ایک قسم کا پودا ہے بغیر جڑ کا ہوتا ہے اور پرمیشور اوس کو بھی پرورش کرتے ہیں اے رحیم ایسے مالک کو چھوڑ کر کس کی تلاش کرتے پھریں -

(१७) अमृत ऐसे वचन में रहिमन रिस की गाँस ॥ (۱۷)
जैसे मिसिरिहु में मिली, निरस बाँस की फाँस ॥-

امرت ایسے وچن میں رحمن ریس کی گانس
جیسے مصری میں ملی - نرس بانس کی پھانس

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ امرت جیسے میٹھے بول میں غصہ کی گانٹھ ویسی ہی معلوم ہوتی ہے جیسے مصری میں سوکھے بانس کی پھانس رہتی ہے -

(१८) अरज गरज मानै नही, रहिमन एजन चारि (۱۸)

रिनिया, राजा, मांगता, काम आतुरी नारि ॥-

ارج گرج مانے نا ہی رحمن اے جن چاری

رنیا راجہ مانگتا کام آتری ناری ۔

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ کتنا ہی عرض و معروضہ کیا جائے یہ چار آدمی مانتے ہی نہیں۔ ایک تو قرض وصول کرنے والا۔ دوسرا راجہ۔ تیسرا فقیر۔ چوتھی شہوت پرست عورت۔

(१९) असमय परे रहीम कहि मांगि जात तजि लाज। (۱۹)

ज्यों लछमन मांगन गये, पारासर के नाज ॥-

آسمے پرے رحیم کہیں مانگی جات تجی لاج

جوں لچھمن مانگن گئے پاراسر کے ناج

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ برا وقت آنے پر شرم کو چھوڑ کر مانگنا پڑتا ہے جس طرح لچھمن جی کو بیاس جی کے پاس اناج مانگنے کے لئے جانا پڑا تھا۔

لچھمن جی رامچندر جی کے بھائی جو مشہور ہیں۔ بیاس پراشر جی کے بیٹے تھے۔ جنہوں نے (۱۸) پران بنائیں۔

(२०) आदर घटे नरेस ढिग, बसे रहे कछु नाहिं। (۴۰)

जो रहीम कोटिन मिले धिग जीवन जग माहिं॥

آدر گھٹے نریس ڈھگ، بسے رہے کچھ ناہی

جو رحیم کوٹن ملے دھک جیون جگ ماہیں

مطلب وہ ہے کہ راجہ کے پاس رہنے سے عزت گھٹتی جاتی ہے اور پاس کچھ نہیں رہتا۔ اور اگر کروڑوں کی دولت ملے تو بھی دنیا میں ایسی زندگی پر لعنت ہے۔

(२१) आप न काहू काम के, डार पात फल फूल। (۴۱)

औरन को रोकत फिरे, रहिमन पेड़ बबूल॥

آپ نہ کاہو کام کو ڈار پات پھل پھول

اورن کو روکت پھریں رحمن پیڑ ببول

مطلب وہ ہے کہ آپ تو کسی کام کے نہیں۔ نہ ڈالی نہ پھل نہ پھول نہ پتے۔ کوئی چیز بھی کارآمد نہیں۔ لیکن ہاں دوسروں کو روکتے ضرور رہیں۔ یہی حال برے لوگوں کا ہوتا ہے۔ بجائے فائدہ کے ان کا نقصان کرتے ہیں۔

نوٹ: رحیم کے زمانہ میں مدک کا رواج نہ تھا۔ افیون کے رس اور ببول کے پھول سے بنائی جاتی ہے۔ ببول کی پھلی سے لڈو بناتے

ہیں اور اس کے گوند سے بھی لڈو بنتے ہیں۔

(२१) उरग तुरंग नारी नृपति, नीचजाति हथियार।
रहिमन इन्हें संभारिए, पलटत लगै न बार।।—

اُرگ ۔ ترنگ ۔ ناری ۔ نرپتی ۔ نیچ جات ہتھیار ۔
رحمن انہیں سنبھارئیے پلٹت لگے نہ بار

مطلب وہ ہے کہ یہ ہے کہ سانپ ۔ گھوڑا ۔ عورت ۔ راجہ نیچ ذات اور ہتھیار انہیں ہمیشہ سنبھال کر رکھنا چاہئے کیونکہ ان کے پلٹنے میں دیر نہیں لگتی ۔ سانپ اکثر دیکھا گیا ہے کہ سانپ پالنے والے کی موت سانپ کے کاٹنے ہی سے ہوتی ہے ۔ گھوڑا اکثر آپ نے دیکھا ہوگا کہ گھوڑا سوار کو لے کر الٹ گیا ۔ عورت ہمارے ہاں مثل مشہور ہے کہ تریا چرتر جانے کوئے خصم مار کر ستی ہوئے ۔ نیچ ذات ملکی قوم اسکے اس کے مماثل تلسی داس کا ایک دوہا ہے ۔

تلسی راجہ جوگی اگن جل ان کی الٹی ریت
تلسی ان چار سے تھوری پالے پریت

(२२) उगत जाही किरन सों अथवत ताही कांति। (۲۲)

ज्यों रहीम सुख दुख सबै, बढ़त एक ही भांति॥-

اوگت جا ہی کرن سو انہوت تا ہیں کانتی

تیوں رحیم سکھ دکھ سبھی بڑھت ایک ہی بھانتی

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ سورج جس طرح اپنے کرنوں سے صبح کے وقت نکل کر لوگوں کو روشنی دیتا ہے اسی طرح وہ انہیں کرنوں کے ساتھ غروب ہوتا ہے۔ اے رحیم اسی طرح سکھ اور دکھ بھی آتے اور جاتے ہیں۔

(२३) एक उदर दो चोंच है, पंछी एक कुरंड। (۲۳)

कहि रहीम कैसे जिए जुदे जुदे दो पिंड॥-

ایک اُودر دو چونچ ہیں۔ پنچھی ایک کرنڈ

کہی رحیم کیسے جئے جُدے جُدے دو پنڈ

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ انسان شاید اُس پرند کے ہے جس کی دو چونچ ہوں۔ انسان خوشی اور رنج کی ٹھوکر وا میں اپنی زندگی بسر کرتا ہے تو شاکر رہتا ہے کہ کیسی مشکل کی بات ہے۔

(२४) एकै साधे सब सधै, सब साधे सब जाय। (۲۴)

रहिमन मूलहिं सींचिबो, फूलै फलै अघाय॥-

اک سادھے سب سدھے سب سادھے سب جائے
رہمن مول ہی سینچیے پھولے پھلے اگھائے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ ایک کام کے کرنے سے وہ کام پورا ہوتا ہے اور ایک ساتھ سب کو کرنے سے ایک بھی پورا نہیں ہوتا۔ جیسے کسی پیڑ کی جڑ میں پانی ڈالنے سے پھل پھول سب ہرے بھرے رہتے ہیں۔

(२७) ए रहीम दर दर फिरहिं मांगि मधुकरि खाहिं
यारो यारी छोड़िये, वे रहीम अब नाहिं ॥—

یہ رحیم در در پھریں مانگ مدھوکری کھائیں
یارو یاری چھوڑ دو وے رحیم اب ناہیں

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ رحیم گھر گھر مانگتا ہوا پھرتا ہے اور روٹیاں مانگ کر کھاتا ہے۔ یارو اب ساتھ چھوڑ دو اب رحیم دینے کے لائق نہیں ہے۔

مدھوکری مرکب ہے لفظ مدھ (شہد) اور کری (کرنے والی) یہ دونوں لفظ مرکب کا مدھوکری ہے۔ مدھوکری مانگنے والا بھی۔ میٹھی چیز (کھاتا) مانگتا ہوا پھرتا ہے۔ ہندوؤں میں اور خاص کر دکن کے لوگوں نے بعض اتیت جن کا کوئی نہ ہو اسی طرح بھیک مانگ کر گزر کرتے ہیں ان کا سوال یہ ہوتا ہے۔ اوم تت ست ہو۔ اور یہ دانہ بھی جب ایسے ہر گز ارا

کرتے ہیں۔ یہ موجودہ زمانہ کی تنگ دستی کا سبب ہوئی ورنہ پرانے زمانہ میں بادشاہان وقت کچھ زمین اپنی ریاست کی ایسی چھوڑ دیتے تھے کہ لوگ اور رکھاؤ۔ ریاستیں زندہ تھیں تو ان لوگوں نے بھی زمین چھوڑ رکھی تھی۔ جس کو سال باٹھ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ سال باٹھ یعنی مدرسہ کا حصہ ناندیڑ ضلع میں وہ زمین جو پولیس اسٹیشن ہوز عثمان نگر کے تحت ہے وہ زمین سابق میں سال باٹھ ہی کہلاتی تھی۔

(२६) ओछो काम बड़े करे तोन बड़ाई होय। (۲۶)

ज्यो रहीम हनमंत को गिरधर कहे न कोय।।-

اوچھے کام بڑے کریں کون بڑائی ہوئے

جوں رحیم ہنمت کو گردھر کہے نہ کوئے۔

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ چھوٹا آدمی بڑے کام کرے تو بھی بڑاپن نہیں ملتا۔ جیسے ہنومان جی کو کوئی گردھر نہیں کہتا۔

واقعہ یہ ہے کہ جب راون کے ساتھ یدھ میں لچھمن جی کو سکتہ آگئی تو مشورہ ہوا کہ سر جیون بوٹی لائی جائے۔ اور اس کام کو ہنومان جی کے سپرد کیا گیا۔ یہ اس بوٹی کو نہیں پہچانتے تھے لہٰذا پہاڑ ہی اٹھا لائے اور دوسری بات یہ بھی کہ حضرت نوح کی طغیانی کا اس طرح ذکر تو ہندو اتحاد میں نہیں ہے جیسا کہ دوسری کتابوں میں آئی ہے۔ مگر غیر معمولی بات تو کا

ہوتا ہندوستانی کتابوں میں لکھا ہے۔ جب یہ بارش متھرا میں ہوئی تو کرشن جی نے گوردھن پہاڑ کو اپنی چھنگلی پر اٹھا لیے اور متھرا کے باشی جن میں انسان وحیوانات بھی شریک تھے ان کو اس طوفان سے بچایا۔ ایک گیت ہے وہ یہ ہے کہ۔

چھپا تیں پتر بھوج۔ بلاس بہت بھاری

گل لال میں اداپیاری لیے تیرے نینوں میں گردھاری

(२७) अंजन दियो तो किरकिरी सुरमा दियो नजाय।
जिन आंखिन सो हरि लख्यो रहिमन बलोबलिजाय।

انجن دیو تو کرکری سرمہ دیو نہ جائے

جن آنکھن سو ہری لکھیو رہمن بلی بلی جائے

مطلب وہ ہے کا یہ ہے کہ انجن (کاجل) تو آنکھوں میں دیا جاتا اور سرمہ بھی آنکھوں میں دیا جاتا ہے کیونکہ یہ ان سے زیادہ تیز ہوتا ہے جن آنکھوں نے بھگوان کو دیکھ لیا رحمن ان پر سے نثار ہو جاتا ہے۔

(२८) अंतर दाव लगी रहे धुआं न प्रगटे सोय। (٣٠)
कै जिय जाने आपुनो कै जा सिर बीती होय॥—

انتر داو لگی رہے دھواں نہ پرگٹے سوئے

کے جیا جانے آپنے کے جا سر بیتی ہوئے

مطلب اس دوہے کا یہ ہے کہ اندر سے آگ لگی ہوئی ہو مگر شرط یہ ہے کہ دھواں نہ نکلے۔ جانے تو وہ جانے جس کو اندر لگی ہو یا جس کو اس کے پہلے لگ چکی ہو۔

اس کے مماثل ایک ایرانی شاعر نے کہا ہے۔

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زبان سوزد
وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

جس کا ترجمہ نظیر نے یوں کہا ہے۔

آہ کروں تو جگ جلے اور چپکے لاگے گھاؤ
ایسی کٹھن سنیہ کو کس بدھ کروں اپاؤ

(२९) कदली, सीप, भुजंग-मुख, स्वाति एक गुन तीन।
जैसी संगती बैठिए, तैसोई फल दीन ॥—

کدلی سیپ بھجنگ مکھ سواتی ایک گن تین۔
جیسی سنگت بیٹھئے تیسے ہی پھل دین

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ یہاں پر کیلا سانپ اور سیپ ان تینوں کا مقابلہ کیا گیا۔ مینہ تو سبھی جگہ برستا ہے مگر ابر نیسان کا برسنا علیحدہ اثر پیدا کرتا ہے۔ کیلے سے تو کپور پیدا ہوتا ہے۔ اور سیپ سے موتی پیدا ہوتا ہے۔ اور سانپ کے منہ میں گرے تو زہر

نتیجہ اِس کا یہ ہے کہ تخم تاثیرِ صحبت اثر۔

جہانگیر شراب کا بہت عادی تھا اس نے اپنی سلطنت نورجہاں کے ہاتھ شراب کے معاوضہ میں بیچ دی۔ جیسا بادشاہ ہوتا ہے ویسے ہی شاعر بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ نظیری کا ایک شعر ہے اور وہ یہ ہے۔

تاک را نگہدار اے ابرِ نیساں در بہار
تا قطرہ می تواند چرا گوہر شود

تاک کے معنی انگور کے ہیں۔ فارسی شعر کا یہ مطلب ہے کہ اے ابرِ نیساں تو انگور کی پرورش کر تاکہ اس سے اچھی شراب کھنچے۔ اور موتی کا بننا چھوڑ دے۔ اس شعر کے اوپر کہا جاتا ہے کہ جہانگیر نے ایک لاکھ روپیہ شاعر کو دیا۔

سُورداس نے بھی ایک دوہا اسی معنی میں کہا۔

سیپ دیو کہہ تا بھیو کدر سے بھیو کپور —
آہی ملین گیو تو وش سنگت کو پھل سور

مطلب اس کا یہ ہے کہ سیپ میں گیا تو موتی بنا اور کیلا میں گیا تو کپور بنا اور سانپ کے منہ میں گیا تو زہر بنا۔

(३०) कमला थिर न रहीम कहि, लखत अधम जे कोय
प्रभु की सो आपनो कहै क्यों न फजीहत होय ।। —

کملا تھر نہ رحیم کہیں لکھت اُدھم جو کوئی
پرش کی سو آپنی کہیں کیوں نہ ورگت ہوئی

مطلب وہ ہے کا یہ ہے کہ لکشمی (دولت) ایک جگہ پر رہنے والی نہیں ہے پھر جو اُس پہ بدنیتی کرے یعنی اسے نظرِ بد سے دیکھے تو گناہ ہے اور سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ لکشمی وشنو کی عورت ہے اُسے اپنی بنانا چاہے تو گناہِ عظیم ہے اور اُس کا نتیجہ بُرا کیوں نہ ہو۔

(३१) कमला थिर न रहीम कहि यह जानत सब कोय।
पुरुष पुरातन की बधू क्यों न चंचल होय ।।—

کملا تھر نہ رحیم کہی یہ جانت سب کوئے
پرش پراتن کی بدھو کیوں نہ چنچل ہوئے

مطلب وہ ہے کا یہ ہے کہ لکشمی ایک جگہ کہیں نہیں رہتی یہ سب ہی جانتے ہیں اور اس کی مثل یہ ہے کہ ضعیف آدمی کی جوان عورت ہوتی ہے وہ کیوں نہ چنچل ہو۔

وشنو جی ضعیف ہیں اور لکشمی اُن کی بیوی جوان ہیں تو پھر ان کا چنچل ہونا لازمی ہے کملا لکشمی کو کہتے ہیں دولت۔

(३२) कहत कीपू गनडी हिना रहु मन अपन जोय।
मानो ठेरत उजकरे रहे रमा को कोय ।।—

کہت نپوں کنٹری دِنا رحمٰن اپنا جوئے

با لوڈ چھیرت اُچھرے دہے سماں کوکوئے

مطلب اردو میں کا یہ ہے کہ جب کوئی وصف نہ ہو کوئی ہنر نہ ہو اور یہ سمجھے کہ میں بڑا دانشمند ہوں تو یہ ایسی نظیر ہے کہ جیسے کوئی جھاڑ پر چڑھ کر پکارے کہ میں ایسا بیوقوف ہوں کہ جس کی تمثیل نہیں ۔

(२२ कारम हीन राहिमन लरवो घुसे बड़े घरचोर। (۳۳)

चिंतत ही बड़ लाभ के, जागत है गो भीर ।।–

کرم حین رحمن لکھو دھنسے بڑے گھر چور ۔

چنتت بڑ لابھ کے جاگت ہو گئی بھور ۔

مطلب اردو میں کا یہ ہے کہ ایک چور جو بدقسمت تھا ایک بڑے گھر میں چوری کرنے گیا ۔ یہی سوچتے سوچتے کہ کتنا مال لوں صبح ہو گئی ۔ اس مضمون کو صوفیانہ طریقہ پر سمجھائیں تو یہ ہوگا کہ دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن پر دل للچاتا ہے مگر اکٹھا کرنا بھی شروع نہیں ہوتا کہ روح پرواز ہو جاتی ہے اسی لئے کسی نے کہا ہے کہ ۔

کار دنیا کسے تمام نکرد ۔ ہر چہ گیرید مختصر گیرید

(२४)कहि रहीम इक दीपते, प्रगट सबै दुति होय।

तन सनेह कैसे दुरै, दृग दीपक जरु दोय ।।–

کہی رحیم اک دیپ تے پرگٹ سبے دُتی ہوئے
تن سنیہہ کیسے دور ہے درگ دیپک جر دوئے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ ایک دیئے سے روشنی ظاہر ہوتی ہے تو جہاں ہر دو دیئے جلتے ہوں تو وہاں کی روشنی کا کیا حال ہوگا۔ دیپ یعنی چراغ۔ چراغ سے مطلب آنکھیں۔

احمد صاحب نے بھی اپنی کتاب سروجنی میں ایک دوہا لکھا ہے۔

ایک دیے گیگ کی پرگٹ سے گتی ہوئے
ست کی سنے کہاں چھپے درگ دیپک جان ہوئے

(२५) कहि रहीम या जगत तें प्रीति गई दै टेर ।- (۳۵)
रहि रहीम नर नीच में स्वारथ हेर ।।-

کہی رحیم یا جگت تے پریتی گئی دے ٹیر
رہی رحیم نر نیچ میں سوارت سوارت ہیر

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ رحیم لوگوں کو ساؤدھان (ہوشیار) کر کے کہتا ہے کہ دنیا سے محبت چلی گئی اور وہی ہلکے آدمیوں میں آنے سے وہ اپنی ہی مطلب براری کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ وہ بے غرضانہ محبت جو کبھی جاتی رہی اب

محبت غرض کی ہے۔

زاہد اب دورِ زوال ہے دولت کو ہے فروغ
اب ہم سے قدردانیٔ علم و ہنر گئی۔

(३६) कहि रहीम संपति सगे, बनत बहुत बहु रीत। (۳۶)
बिपति कसौटी जे कसे, ते ही सांचे मीत॥-

کہی رحیم سمپتی سگے بنت بہت بہو ریت
بپتی کسوٹی جو کسے تے ہی سانچے میت

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ دولت کے بہت سے ساتھی ہو جاتے ہیں اور بہت طریقوں سے رشتہ دار بن جاتے ہیں۔ مصیبت کی کسوٹی پر کسے جانے پر جو پورے اتریں وہی سچے دوست ہیں۔

سعدی علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ۔

دوستاں باشند کہ گیرد دست دوست
در پریشاں حالیو در ماندگی۔

(३७) कहु, रहीम केतिक रही, केतिक गई बिहाय। (۳۷)
माया ममता मोह परि, अंत चले पछिताय॥-

کہو رحیم کیتک رہی کیتک گئی بہائے
مایا ممتا موہ پری۔ انت چلے پچھتائے

مطلب وہ ہے کا یہ ہے کہ اے رحیم تیری کتنی عمر باقی بچی
ہے اور کتنی چلی گئی ہے۔ اس بات پہ غور نہ کیا۔ اب ملک موت
پیار۔ اس کا خیال کرتے ہوئے بستر مرگ پر پچھتا رہا ہے۔

(३८) कहु रहीम कैसे निभै, बेर केर को संग। - (۳۸)
वे डोलत रस आपने उनके फाटत अंग॥ -

کہو رحیم کیسے نبھے بیر کیر کی سنگ
وے ڈولت رس اپنے اُن کے پھاٹت انگ

مطلب وہ ہے کا یہ ہے کہ رحیم کہو بیر اور کیر کا
ساتھ کیسے ہو سکتا ہے۔ ایک تو پھل لگنے پر خوشی سے جھومتا رہتا ہے
اور اپنے ہی پتوں کو پھاڑتا ہے۔ برخلاف اس کے موڑ کو دیکھنے سے
وہ اپنا جسم چھڑواتا ہے۔

(३९) कहु रहीम कैसे बनै अनहोनी ह्वै जाय। - (۳۹)
मिला रहै औ ना मिलै तासों कहा बसाय॥ -

کہو رحیم کیسے بنے ان ہونی ہو جائے
ملا رہے اور نا ملے تا سوں کہا بسائے

مطلب وہ ہے کا یہ ہے کہ رحیم کیسے بنے جب ان ہونی
کی بات ہو جائے۔ جو شخص ملا ہوا ہے اور نہیں ملتا تو کیا

بن سکتی ہے:

(४० कागद को सो पूतरा सहजहि में धुलिजाय। (۴۰)

रहिमन यह अचरज लखो सोऊ खैचत बाय।।

کاگد کو سو پوترا سہج ہی میں دھل جائے

رحمن یہ اچرج لکھو سوہو کھوینچت پائے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ پتنگ کی تمثیل دیتے ہوئے رحیم کہتا ہے کہ ایک کاغذ کا پتلا ہے پانی میں تو وہ گھل جاتا ہے۔ مگر ہوا میں چڑھتا چلا جاتا ہے یہ تعجب کی بات ہے۔

(४१) काज परे कछु ओर है, काजसरे कछुओर। (۴۱)

रहिमन भंवरी के भए नदी सिरावत मौर।।

کاج پرے کچھ اور ہے کاج سرے کچھ اور

رحمن بھوتری کے بھئے ندی سراوت مور

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ وقت ضرورت کچھ اور بات ہے اور کام نکلنے پر کچھ اور بات پیدا ہو جاتی ہے۔ اوس کی تمثیل یہ ہے کہ مور جو شادی کے وقت میں نوشہ کے سر پر باندھا جاتا ہے بوقت شادی اس کی بہت حفاظت کرتے ہیں اور جب شادی ہو جاتی ہے تو اسی کو ندی میں بہا دیتے ہیں۔

(४२) कामन काहु आवई मोल रहिमन लेइ।- (۴۲)

बाजू टूटे बाज को साहिब चारा देइ॥-

کام نہ کاہو آوے نہ مول رحمٰن کوئے

بازو ٹوٹے باز کو صاحب چارہ دے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ وہ باز جس کا بازو ٹوٹ گیا ہے
نہ کوئی اس کو خریدتا ہے اور نہ کھانے کو دیتا ہے اس لئے وہ کارآمد
نہیں۔ مگر ایک خدا ہی ہے جو ایسے پرند کو بھی کھانا دیتا ہے۔
اس کے مماثل ایک دوہا ملوکی داس کا ہے اور وہ یہ ہے۔

اجگر کریں نہ چاکری پنچھی کرے نہ کام

داس کبیرا یوں کہے سب کے داتا رام

(४३) काह करौ बैकुंठ लै कल्पबृच्छ की छाँह। (۴۳)

रहिमन ढाख सुहावनो जो गल पीतम बाँह॥-

کاہ کریں بیکنٹھ لے کلپ ورچھ کی چھاہیں

رحمٰن ڈھاکھ سوہاونو جو گل پیتم باہیں -

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ کلپ درکش (کہا جاتا ہے کہ بہشت
میں ایک درخت ہوتا ہے اور اس سے جس قسم کا پھل مانگا جائے دے گا)
تو اے رحیم کلپ کی چھاؤں میں بیٹھ کر کیا کریں اور اوس درخت کو لیکر

کیا کریں۔ مجھے تو انگور کی بیل پیاری معلوم ہوتی ہے جس کے خوشہ ے میں اپنے پیارے کے ہاتھ گردن میں ہیں۔

عمر خیام کا ایک شعر ہے۔

ہر آنکس کہ نیم نانے دارد ہے از بہر نشست آستانے دارد
نہ خادم کس بود نہ مخدوم کسے گو شاد بزی کہ خوش جہانے دارد

اردو شعر بھی پیش ہے۔

نصف روٹی جو پاس کھانے کو رکھتا ہو لیکن بیٹھنے کے واسطے موجود ہو اک آستان
خود نہ خادم ہو کسی کا اور نہ جو مخدوم ہو اس سے کہہ دو خوشی سے تیرا اچھا ہو جہاں

(४४) काह कामरी पामरी जाड़ गए से काज। (۴۴)
रहिमन भूख बुताइए, कैस्यो मिले अनाज।।-

کاہ کامری پامری جاڑ گئے سے کاج
رحمن بھوک بتائیے جیسے ملو اناج

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ کسی کمبل سے اس کو حقارت کی
کی نظر سے مت دیکھو۔ یہی تو جاڑا دور کرتی ہے پیٹ کے کو کھانے سے
غرض۔ اناج کے اچھے برے سے کیا سروکار۔

(४५) कुटिलन संग रहीम कहि साधू बचते नाहिं। (۴۵)
ज्यों नैना सैना करें उरज उमैठे जाहिं।।-

کٹن سنگ رحیم کہی سادہو بچتے نا ہی۔
جیوں نینا سنیا کریں ارج انمٹے جاہی۔

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ رحیم کہتے ہیں کہ بدخصلت آدمیوں کی صحبت میں پڑکر سادہو بھی نہیں بچ سکتا جس طرح سے آنکھوں کے اشارہ کرنے پر ان کی پاس ہونے کی وجہ سے دل اس کا بے قابو ہوجاتا ہے۔

اس کے مماثل یا سادہوؤں کے متعلق ایک شعر ہے۔

دیکھا جو حسن یار طبیعت مچل گئی
آنکھوں کا تھا قصور چھری دل پہ چل گئی

(४६) कैसे निबहै निबल जन करि सबलन सों गैर।
रहिमन बसि सागर विषे करत मगर सों बैर॥ (۴۶)

کیسے نبل جن کری سبلن سوں گیر
رحمن بسی ساگر وشے کرت مگر سو بیر

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ طاقت والوں سے دشمنی کر کے مادہ سرِیت پیدا کر کے کیسے نبھاؤ ہو سکتا ہے مثل مشہور ہے کہ پانی میں رہنا اور مگر سے دشمنی۔

(४७) कोउ रहीम जनि काहु के द्वार गये पछिताय। (۴۷)
संपति के सब जात हैं बिपति सबै लै जाय॥

کو رہیم جنی کاہو کے دوار گئے پچھتائے
سمپتی کے سب جات ہے بپتی سبے لین جائے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کے دروازے پر پہونچنے پر اس بات کا رنج نہ کرے۔ کیونکہ دولت کے پاس سب ہی جاتے ہیں اور مصیبت سب ہی کو لیجاتی ہے۔

(४८) कौन बड़ाई जलधि मिलि ? गंग नाम भो धीम॥
केहि की प्रभुता नहिं घटी पर घर गये रहीम॥

کون بڑائی جلدی ملی۔ گنگ نام بہو دھیم
کہی کی پربہوتا نہیں گھٹی پر گئے رحیم

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ دریا سے ملنے پر گنگا کو کون سا بڑاپن نصیب ہوا بلکہ اوس کی عظمت کم ہوئی۔ یعنی اس کا نام گنگ ہو گیا۔ دوسرے کے گھر جانے پر کسی کا بڑاپن نہیں رہتا ہے۔

(४९) खरच बढ्यो उद्यम घटयो नृपति निठुर मन कीन। (۴۹)
कहु रहीम कैसे जियत थोरे जल की मीन॥

کھرچ بڑھیو اودم گھٹیو نرپتی نٹھر من کین کہو رحیم کیسے جئے تھوڑے جل کی مین

دوہے کا مطلب یہ ہے کہ خرچ بڑھ گیا آمدنی کم ہوئی اور بادشاہ بھی ناخوش ہوئے۔ اب رحیم جئے تو کیسے جئے۔ اوس کی مثال تو ایسی ہوئی جیسے تھوڑے سے پانی کے اندر مچھلی۔

(۵۰) खीरा सिर तें काटिए मलियत नमक लगाय।
रहिमन करुए मुखन को चाहिअत इहै सजाय॥

کھیرا سر تیں کاٹیے ملیت نمک لگائے
رحمٰن کروے مکھن کو چہیت اہی ہے سجائے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ کھیرے کو سرے کاٹے اور نمک لگا کر ملے جو بدگو ہوں اون کے لیئے ایسی ہی سزا ہونی چاہیئے۔

(۵۱) खैर खून खांसी खुसी बैर प्रीति मदपान।
रहिमन दाबे ना दबै जानत सकल जहान॥

کھیر خون کھانسی خوشی بیر پریت مدپان
رحمٰن دابے نہ دبے جانت سکل جہان

[illegible] کتھا خون کھانسی شراب نوشی اور محبت چھپانے سے نہیں چھپتی یہ سب لوگ ہی جانتے ہیں۔

خون کے متعلق امیر مینائی کا ایک شعر ہے کہ۔

خون ناحق کہیں چھپتا ہے چھپائے سے امیر کیوں مری نعش پہ بیٹھے ہیں وہ دامن ڈالے

قریب ہے روزِ محشر چھپیگا بےگناہ کا خون کیونکر ۔
زبان خنجر جو چپ رہے گی لہو پکاریگا آستین کا
اس کے متعلق ایک دوہا ہے ۔

کرچھپ سپوری ہوکہ ذرگن دیو سکھائے
اسے ان آنکھن چھن بسر رہو نہ جائے

سروری کی کیفیت چھپانے سے نہیں چھپتی ۔ ضرور آنکھوں میں کچھ اس مے کی رنگت آ ہی جاتی ہے ۔

(५२) गरज आपनी आपसों रहिमन कही न जाय।
जैसे कुल की कुलबधू पर घर जात लजाय।।

گرج آپنی آپ سو رحمن کہی نہ جائے
جیسے کل کی کل بدھو پر گھر جات لجائے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ اپنی غرض وہ خود نہیں کہی جا سکتی۔
جیسے ایک خاندان کی عورت دوسرے گھر جانے کو شرماتی ہے ۔

(५३) गहि सरनागति राम की भवसागर की नाव (۵۳)
रहिमन जगत उधार कर और न कछू उपाय।।

گہی سرناگتی رام کی بھوساگر کی ناو
رحمن جگت ادھار کر اور نہ کچھو اپاو

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ اے رحیم بھگوان کے قدموں پر جا کر گر اس لئے کہ وہی کشتی کو اس دریا سے پار کرنے والے وہی ہیں اور انہی کے ذریعہ سے دنیا کو تو پار کر سکتا ہے۔ اس کے سوا کوئی اور طریقہ نہیں ہے۔

(५४) गुन ते लेत रहीम जन सलिल कूप ते काढ़ि। (۵۴)
कूपहु ते कहुं होत है मन काहू को बाढ़ि॥

گن تے لیت رحیم جن سلل کوپ تے کاڑی
کوپ ہو تے کہوں ہوت ہے من کہوں کو باڑی

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ ہنرمند لوگ اپنے ہنر سے وصف حاصل کر لیتے ہیں جس طرح سے لوگ کنویں سے پانی نکال لیتے ہیں مگر بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ کنویں سے بھی زیادہ تنگ دست ہوتے ہیں اور کچھ نہیں دیتے جس سے چاہے کتنا ہی ہنرمند ہو حاصل نہیں کر سکتا۔

(५५) गुरुता फबै रहीम कहि फबि आई है जाहि। (۵۵)
उर पर कुच नीके लगैं अनुचित तरौरी आहि॥

گروتا پھبیں رحیم کہی پھبی آئی ہے جاہی
ار پر کچ نیکے لگیں انت بتوری آہی۔

مطلب دوہے کا یہ ہے [illegible] کو معلوم ہوتی ہے

جن کے گھرانے میں ہوتی ہوئی آئی ہے۔ مثال اوس کی یہ ہے کہ
پستان کا ابھار اسی جگہ اچھا معلوم ہوتا ہے جہاں معلوم ہوتا ہوا چلا آیا
اور اگر دوسری جگہ یہ ہو تو وہ رسولی معلوم ہوتی ہے۔

(५६) चारा प्यारा जगत में छाला हित कर लेय। (۵۶)

ज्यों रहीम आटा लगे त्यों मृदंग स्वर देय ॥

چارا پیارا جگت میں چھالا ہت کر لے
جیوں رحیم آٹا لگے تیوں مرزنگ سُور دے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ دنیا میں کھانا پیارا ہے۔ مرزنگ کو جیسے آٹا لگاوے ویسے ہی سُر دیتا ہے۔ اور اکبر کے زمانہ میں ولایت کے ڈاکٹر آنا شروع ہوئے ممکن ہے کہ بعض بیماری میں کوئی ایسی دوا لگائی گئی ہو یا باندھی گئی ہو جس سے چھالا آگیا ہو اور وہ تکلیف دور ہو گئی ہو۔

مجھے بذات خود اس کا تجربہ ہے کہ میرے بائیں پیر میں کچھ درد تھا اوس کے لئے کٹھے کے اوپر بلاڈونہ کی پٹی باندھی گئی اور وہاں چھالا آگیا اور وہ چھالا قینچی سے کتر دیا گیا۔ اور میرے پیر کا درد جاتا رہا۔ ممکن ہے کہ شاعر کا خیال بھی اس طرف گیا ہو۔

چاہ گئی چنتا مٹی من ہوا بے پرواہ جن کو کچھ نہ چاہئے سو شہنشاہ

مطلب یہ ہے کہ خواہش جب چلے جانے سے فکر بھی چلی جاتی ہے۔ پھر تو من بے پروا ہو جاتا ہے اور جن کو کچھ نہیں چاہیئے وہی شاہوں کے شاہ ہیں۔



شاہوں کی کیا بساط فقیروں کے سامنے
مت بوریا سمجھ اسے مسند گدا کی ہے

(۵۷) चित्रकूट मे रमि रहे रहिमन अवधन रेस।(۵۷)
जापर बिपदा पडत है सो आवत यहि देस ॥-

چترکوٹ مے رم رہے رحمن اودھ ریس
جاپر بپتا پڑے تو آوت ہے یا دیس۔

مطلب دد ہے کا یہ ہے کہ رحیم خاں اودھ کے رہنے والے مبالغتاً بتائے گئے ہیں۔ یہ اکبر کے دربار کے نورتن تھے۔ حقیقت میں ان کی سکونت آگرہ تھی مگر چونکہ اس مضمون سے ایک بڑی چیز پیدا کرتی ہے لہٰذا یہ تحریر کیا گیا۔

رحیم خاں جو اودھ کے رہنے والے ہیں وہ چترکوٹ میں کیوں آئے جواب اس کا یہ ہے کہ جس وقت مصیبت پڑتی ہے وہ اس دیس میں آتا ہے۔

راجچندر جی اجودھیا جس کو اودھ بھی کہتے ہیں کے راجہ کے بیٹے تھے

یہ اُن کو اُن کے باپ راجہ دسرتھ نے چودہ برس کا بن باس دیا۔ اس
چودہ برس کو تکمیل پہونچانے کے لیے یہ سفر کرتے ہوئے پھرتے چترکوٹ
پہونچے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں بتوسط بھرت جی راجہ دسرتھ کی انتقال
کی کیفیت معلوم ہوئی۔ اب دوہے کا صاف مطلب کہنے کے لیے یہ سمجھ لیجئے
کہ رحیم خاں کو راجہ چندر جی کی جگہ بتا دیا گیا۔ اس لیے کہ جب جہانگیر کا
عتاب ہوا تو یہ بھی چترکوٹ پہنچے تھے۔

دوہے کا پہلا مصرعہ راجہ ریواں کا ہے اور اس تحریر کی وجہ یہ
ہوئی کہ رحیم خاں جب کنگال ہو گیا تو اُن سے روپیہ طلب کیا۔ انہوں نے
ایک لاکھ روپیہ بھیجا۔ وہ لیکر ایک لاکھ روپیہ اس سوالی کو دیا گیا۔

مخالفین مباد کہ سوال پوچھا کہ جب لوگوں نے ان سے خیرات مانگنا
نہیں چھوڑا تو رحیم خاں نے یہ دوہا پڑھا۔

یہ رحیم در در پھریں مانگ مدھو کری کھائے
یارو یاری چھوڑ دو وے رحیم اب نائے

اس کو سن کر تلسی نے جواب دیا کہ۔

رحمن وا الناں اور دوسر جو جانچ دے جو کے
جیوں سر وتن سوکھا کر ہے کنواں کھدا دت لوگ

اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کتنا ہی کنگال ہو جائے مگر پھر بھی دوگی

قابل مانا جاتا ہے۔

سنا ہے آپ نے کہ جب ندی سوکھ جاتی ہے تو اس میں جھر کھودتے ہیں اور پانی لیتے ہیں۔ پھر کیشا ایک لاکھ روپیہ جو دولت کے راجہ نے بھیجا تھا وہ اس فقیر کو دیدیا اور پھیر یا تو قانی۔ یہ ہندوستان کی سخاوت کی ایک چھوٹی نظیر ہے۔ جب اپنے دانی ہندوستان میں تھے تبھی ہندوستان کو غیر ملک کے لوگ سونے کی چڑیا کہتے تھے اور اب بھی جب لوگوں کے دانت ہندوستان پر لگے ہوئے ہیں سونے کی چڑیا سمجھ کر ہی لگے ہوئے ہیں۔

اب یہ ایک لاکھ روپیہ لیکر آگے بڑھے تو ایک بھڑبھونجا بھاڑ بھون رہا تھا۔ بھڑبھونجا شیخ فلاں کو نہیں جانتا تھا کہ یہ کون شخص ہے شیخ فلاں نے اس سے کہا کہ مجھے اپنا نوکر رکھ لو۔ تو اس نے کہا میرے پاس کیا کام ہے۔ بھاڑ جھونکو تو بھون سکتے ہیں تو جھونکو جاؤ۔ سیٹھ صاحب کو کرائی ہے۔ بھاڑ جھونکنے بیٹھ گئے۔ پھر آپ سے دنیا کے راجہ کا گزر ہوا۔ ان کو حیرت ہوئی کہ ایک لاکھ روپیہ لیکر بھی بھاڑ جھونک رہا ہے۔

سوال کیا۔ جا کے پھر اس بھاڑ میں کس جھونک بھاڑ

مطلب اس کا یہ ہے کہ جس کے سر اسا بھاری بوجھ تھا دو کیوں بھاڑ جھونک رہا ہے اب یہ پوچھ کو تو یوں کہنے کہ یہ نوکر ہیں سے کہا

ریاست کی تنظیم کی اس پر بھی ذمہ داری تھی یا یوں کہئیے کہ ایک لاکھ روپیہ اتنا بھاری وزن ان کو دیا گیا تھا پھر بھی بھاڑ جھونکتے ہیں۔ راجہ کو اس بات کا علم تھا کہ جیسا روپیہ لیا ویسا فقیر کو دیدیا۔ تو پھر اوپر کے مصرع کا جواب رحیم خان نے یوں دیا۔

رحمٰن اترے پار بوجھ سے اس جھونکت بھار۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ کہ حاصل کیا تھا وہ دیدیا اور بوجھ سے ہلکے ہوئے اور اس کی یہ بھاڑ جھونک رہے ہیں کہ کچھ مل جائے۔ ایسی کہانیاں بیتائیں سب بڑے لوگوں میں پڑیں۔ الفریڈ دی گریٹ ڈچ لوگوں سے شکست پاکر ایک جزیرہ میں پناہ لی۔ جب یہ اس جزیرہ کے ایک شخص کے پاس گیا اور کھانے کے لئیے مانگا تو اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ لو ایک نیا اور مہمان آگیا۔ بیوی بگڑی اور کہنے لگی کہ تمہیں مہمان نوازی سے فرصت نہیں۔ اور یہاں کھلانے کا انتظام نہیں ارے کچھ کام لیکر اس کو کھلاؤ تو اس نے الفریڈ سے پوچھا کہ آپ کو روٹی پکانا آتا ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں۔ پھر اس نے کہا کہ نوکرے بننا آتا ہے۔ اس نے نفی میں جواب دیا۔ پھر اس نے کہا کیا دودھ دوہنا آتا ہے۔ تو پھر کہا نہیں۔ وہ تھوڑا رکا تھا اور اپنے نوکروں کو مخاطب کرکے کہنے لگا دیکھو ایک انسان اس کو دو ہاتھ اور دو پاؤں ہیں۔ آنکھیں ناک ہے کان ہیں۔ مگر یہ کیسا آدمی کہ ذرا

رسی بانٹنا آتا ہے نہ تو ٹوکرا بنانا آتا ہے نہ دودھ نچوڑنا آتا ہے۔ اوس نے
اپنی بیوی سے کہا کہ خیر بیوی ایسے اپاہج لوگ بھی دنیا میں موجود ہیں۔
جن کو کوئی کام نہیں آتا۔ رات کی رات تو کھانا کھلا دو کل دیکھیں گے
خیر وہ عورت اوس کو رہنے دی۔ پرالی کا بستر بنا دیا اور کہہ گئی کہ انگاروں
پر روٹی سیک رہی ہے خیال رکھنا کہ جل نہ جائے الٹتے پلٹتے رہنا۔ میں
دودھ نچوڑ کر لاتی ہوں۔ یہ تو دودھ نچوڑنے گئی اور بادشاہ اپنے
سلطنت کے خیال میں ایسا محو ہوا کہ روٹیوں کی خبر نہ ہوئی۔ جب وہ
دودھ نچوڑ کر واپس آئی تو دیکھی کہ روٹیاں جل کر خاکستر ہو گئیں۔
اوس نے گالیاں دینا شروع کی کہ نہ ٹوکرا بنانا آیا اور نہ دودھ نچوڑنے
آیا تو کیا روٹی بھی الٹ پلٹ کرنا نہیں آتا ہے۔ جاؤ اب کھانا نہیں
ملتا۔ بادشاہ افسوس کر کے رہ گیا۔ مرد آیا تو کھلانے کے متعلق پوچھا تو اس
کی بیوی نے کہی تو یہ دیکھو روٹیوں کو جلا کر رکھا۔ اس نے کہا اے
بیوی یہ کسی پر عاشق ہے۔ میں بھی جب تمہاری محبت کا پروانہ تھا
تو میری ماں نے کڑھی کی ہنڈی کے پاس بٹھایا اور کہا کہ دیکھو یہ
ابل نہ جائے۔ میں تو تمہاری محبت میں بے خبر تھا۔ کڑھی ابلی
اتنے میں ماں آئی اور دیکھا کہ آدھی سے زیادہ ہنڈی ابل کر رہ گئی
ہے تو مجھے بہت مارا۔ لہٰذا یہ کسی کی محبت میں مبتلا ہے معاف کرو

کھانا دیدو۔ خیر یوں تیوں صبح ہوئی۔ الفریڈ کا سپہ سالار ڈھونڈتا ہوا یہاں پہونچا۔ اور بادشاہ کو کھڑا ہوا دیکھکر قدمبوسی حاصل کی اور ڈرح لوگوں کو شکست دینے کی خوش خبری دی اور کہا کہ جہاں پناہ چلو تخت خالی ہے۔ یہ کیفیت الفریڈ کے میزبان نے سنی تو مودبانہ طریقہ پر بادشاہ سے کہا جہاں پناہ آپ تخت پر بیٹھ کر آپ کوئی سزا مت دینا وہ گنوار ہے۔ وہ مجھے بھی یوں ہی کہا کرتی ہے بادشاہ کے آنکھوں سے اوس کی محبت اور سادگی پر آنسو نکل گئے۔ اور کہنے لگا کہ تخت پر بیٹھکر میرا پہلا کام یہ ہوگا کہ میں آپ کو نوازوں۔ کہنے سننے کی بات۔ یہ طریقہ تو غریبوں کے ساتھ ہمیشہ سے برتا جاتا ہے تو اس میں عجوبہ کی کونسی بات ہے۔ یہ قصہ میں نے تمثیلاً عبدالرحیم خان خاناں کے بیتا کو مشابہ کرنے کے لئے تحریر کر دیا۔ سبق آموز یوں بھی ہے کہ لوگ حضرت سعدی رح کے قول پر کاربند ہوں۔

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالیست
شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

لہٰذا اگر کوئی سوالی آجائے تو نہ دو تو نہ دو مگر اوس کے دل دکھنے کی بات مت کہو یہ گناہ کبیرہ ہے۔



(५८) चिंता बुद्धि परेखिए टोटे परख त्रियाहि (۵۸)

सगे कुबेला परखिए ठाकुर गुनो कियाहि ।।—

چنتا بڑھی پرکھئے ٹوٹے پرکھ تریاہی

سگے کبیلا پرکھئے ٹھاکر گنو کیاہی

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ فکر کے وقت بدھی پرکھنا چاہئے
اور نقصان کے وقت عورت کو پرکھنا چاہئے۔ اور برے وقت پر
سگوں کو پرکھنا چاہئے۔

(५९) छिमा बड़न को चाहिए छोटेन को उतपात। (۵۹)

का रहीम हरि को घट्यो जो भृगु मारी लात ।।—

چھما بڑن کو چاہئے چھوٹن کو اتپات

کا رحیم ہری کو گھٹیے جو بھرگو ماری لات

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ چھوٹے جو ہوتے ہیں وہ چلبلے اور
شریری ہوتے ہیں یہ انکی عادت ہے تو چھوٹوں میں شرارت ہونا چاہئے
اور بڑوں میں معاف کرنے کی خاصیت۔

بھرگو ایک زبردست رشی ہوئے ہیں۔ انہیں سے بھارگو قوم کا
نکاس ہے ان کے پورے حالات جو بھرگو سماچار دہلی سے نکلتا
ہے اوس میں ملیں گے۔ یہ اپنے چھپا میں جہاں کہ کرشنا سے بیٹھے ہوئے تھے

اور جمنا میں طغیانی آگئی۔ اس میں یہ بہہ گئے۔ ان کو ایک مچھیرا نے جال ڈال کر کھینچا اور جب معلوم ہوا کہ بجائے مچھلی کے آدمی جال میں آگیا ہے تو راجہ کے پاس ان کو پیش کیا۔ ان کے بعد بیرن واس بھی انہیں کے کل ہیں۔ اور ان کی سمادھی بی باران دہلی میں واقع ہے۔ اس کو محمد شاہ رنگیلے نے پانچ گاؤں دئے تھے۔ بیرن واس نے پیشگوئی کی تھی کہ کوئی شخص مغرب سے آئیگا اور تیرے ملک کو برباد کرے گا۔ تو وہ نادر شاہ آیا اور ملک برباد ہوا۔ ان کے بعد ان کی ملکہ نے حاضر ہونیکی اجازت چاہی۔ انہوں نے کہلا بھیجا کہ آپ کے آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کے آنے کی غرض کا علم مجھے ہو گیا ہے وہ بول پوری ہوگی کہ تمہارا لڑکا تخت نشین ہو جائے گا اور ایسا ہی ہوا۔ اسی خاندان کے سلسلہ میں ہیمو تھا مگر چونکہ یہ شیر شاہ کے کیمپ میں غلہ بیچتا تھا اس لئے اس کو بقال کہتے ہیں مگر بعد یہ ۲۲ لڑائی پٹھانوں سے کی اور اپنی ریاست قائم کی۔ پانی پت پر یہ اکبر کے مقابل ہوا اور قتل کیا گیا۔ اکبر کو ان کے قتل کا افسوس ہوا۔ اور کالوڑ ریاست پٹیالہ کا ایک ضلع ہے وہاں کی قانون گوئی جس کو دکن میں گرداوری کہتے ہیں اس کے بھتیجے ہیرا پال کو دے دی۔ اور اب تک اسکی نسبت کرنل منوہر لال آئی ایم ایس کے خاندان میں موجود ہے۔

بہیسو کا دن جہاں کہیں بہار گو تیں دسہرہ کو مناتے ہیں۔
بھرگو جو ہری کو لات ماری اس کی وجہ یہ ہے کہ برہما وشنو
مہیش ان تینوں دیوتاؤں کے متعلق رشیوں منیوں میں مشورہ ہوا
کہ دیوتاؤں میں کون بڑا ہے جب کچھ تصفیہ نہ ہوا تو بھرگو جی کے پاس گئے
اور ان کو نمسکار تک نہیں کیا ویسا ہی بیٹھ گئے۔ برہما جی نے ان کو
وہاں سے نکال دیا کہ تم بڑے بد تہذیب ہو۔ وہاں سے شنکر جی کے
پاس پہونچے شنکر جی نے گلے لگانے کے لئے ہاتھ بڑھائے تو انہوں نے
ان سے کہا کہ دور رہو تم ہمیشہ مسان میں رہتے ہو اور مردہ کی راکھ جسم پر
لگائے ہوئے رہتے ہو یہ سن کر وہ ناخوش ہوئے اور ان کو مارنیکا ارادہ
کیا تو بھاگ گئے۔ یہاں سے وشنو کے پاس پہونچے وشنو سوئے ہوئے
ہیں اور لکشمی پیر دبا رہی ہے تو ایسے وقت انہوں نے لات ماری جس سے
وشنو جاگ اٹھے۔ اور وشنو نے کہا کہ مجھ سے بڑی غلطی ہوئی کہ آپ کی
تشریف آوری کے وقت میں سو رہا تھا۔ آپ نے اچھا کیا نوکر کا فرض ہوتا ہے
کہ مالک کا خیر مقدم کرے آپ نے اچھا کیا مجھے جگا دیا۔ مگر افسوس اس
بات کا ہے کہ میرے چھاتی کے روئیں آپ کے نازک پیر میں چبھے ہوں گے۔
یہ کہکر ان کے پاؤں دبانے لگے اس کے بعد بھرگو رشی منیوں میں آئے
اور یہ کیفیت بیان کئے۔ اب اس لحاظ کرتے ہوئے کہ وشنو باوجود اس حرکت کے

خدمت میں نہیں آئے اس لئے انہیں کوڑا مانا گیا۔ اس کے متعلق ظفر کا ایک
شعر ہے اور وہ یہ ہے ۔

یا تو افسر میرا شاہانہ بنایا ہوتا ۔ یا میرا تاج گدایانہ بنایا ہوتا
اس سے بہتر تو یہی تھا نہ بنایا ہوتا ۔ تھا جلانا ہی اگر دوری ساقی سے مجھے
تو چراغ درمیخانہ بنایا ہوتا الخ الخ

(٦٠) छोटेन सो सोहैं बड़े कहि रहीम यह रेख । (٦٠)
सहसन को हय बाँधियत लै दमरी की मेख ॥

چھوٹن سو سوہیں بڑے کہی رحیم یہ ریکھ
سہسن کو یہ باندھیت لئے دمری کی میکھ

مطلب وہ ہے کہ یہ ہے کہ چھوٹوں سے بڑوں کی حفاظت ہوتی ہے
جیسے کہ دمڑی کی میخ ہزار روپیہ کے گھوڑے کو باندھتی ہے ۔

(٦١) जब लगी जीवन जगत में सुख दुख मिलन अगोट । (٦١)
रहिमन फूटे गोट ज्यों परत दुहुन सिर चोट ॥

جب لگی جیون جگت میں سکھ دکھ میں اگوٹ
رحمن پھوٹے گوٹ جوں پرت دوہن سر چوٹ

مطلب وہ ہے کہ یہ ہے کہ جب تک انسان میں زندگی ہے آرام اور
تکلیف ملے ہوئے ہیں سہنا پڑتا ہے اور اس کی مثل یہ ہے کہ نرد کو نرد سے

مارتے ہیں تو دونوں کو چوٹ آتی ہے

(६२) जब लगी बित्त न आपुने तब लगी मित्र न कोय। ٦٢
रहिमन अंबुज अंबु बिनु रवि नाहिन हित होय॥—

جب لگی بت نہ آپ نے تب لگی متر نہ کوئی

رحمن امبج امبو بنو ری ناہن ہت ہوئی۔

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جب تک اپنے پاس پیسہ نہیں ہے تب تک اپنا کوئی متر نہیں ہے اوس کی تمثیل یہ ہے کہ جب کنول کے پھول سے بازو جب تک پانی میں رہتا ہے تو سورج بھی اوس کی مدد کرتا ہے اور وہی پانی سوکھ جاتا ہے تو اوس کنول کو وہ سکھا دیتا ہے۔ فارسی میں ایک شعر ہے اور وہ یہ ہے۔

خاک باش و خوک باش و یا سگ مردار باش
ہر چہ باشی باش لیکن اندکے زردار باش

باغباں نے آگ دی جب آشیانے کو میرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

(६३) ज्यों नाचत कठपुतरी करम नचावत गात। ٦٣
अपने हाल रहीम ज्यों नहीं आपने हाथ॥—

جیوں ناچت کٹھ پتری کرم نچاوت گات۔ اپنے ہاتھ رحیم جیوں نہیں آپ نے ہاتھ

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جیسے بازی گر کٹھ پتلیوں کو نچاتا ہے اسی طرح سے ہمارے اعمال ہم کو نچاتے ہیں۔ یہ کٹھ پتلی کا کھیل رات میں بازی گر کرتے ہیں۔ پتلیوں کے گردن میں گھوڑے کی دم یا عیال کا بال باندھ کر اس کو اپنی ڈفلی میں باندھ دیتے ہیں اور جوں جوں ڈفلی کو بجاتے ہوئے اونچا نیچا کرتے تھے وہ پتلی ناچتی تھی۔ اکثر یہ بال کالا ہوتا تھا۔ مگر جب سے سینما اور ناٹک نکلے ان لوگوں کی روزی پر پانی پھیر گیا۔

دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ کہ ہاتھ پیر ہمارے ہیں مگر یہ کسی اور کے حکم پر کام کرتے ہیں اگر برا نہ مانا جائے تو یہ قول صادق آجاتا ہے لا تتحرک ذرۃ الا باذن اللہ یعنی پتہ بھی بغیر حکم خدا کے نہیں ہلتا۔

(६४) जलहिं मिलाय रहीम ज्यों कियो आपु सम छीर।
आगबहि आपुहि आप त्यों सकल आंच की भीर॥

جل ہی ملائے رحیم جیوں کیو آپو سم چھیر
آگ وہی آپ ہی آپ تیوں سکل آنچ کی بھیر

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ دودھ پانی کو اپنا جز بنا لیا تو دودھ اپنا ہے اور سارا ہی صدمہ اپنے اوپر لے لیتا ہے۔ اس طرح سے حق دوستی ادا کرتا ہے۔

(६५) जहाँ गाँठ तहँ रस नहीं यह रहीम जग जोय। (۷۵)
मंडुए तर की गाँठ में गाँठ गाँठ रस होय ॥—

جہاں گانٹھ تہاں رس نہیں یہ رحیم جگ جوئے
منڈے ترکی گانٹھ میں گانٹھ گانٹھ رس ہوئے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جہاں گانٹھ ہوتی ہے وہاں رس نہیں ہوتا۔ اس مطلب کا ایک دوہا تلسی داس نے بھی لکھا ہے۔

تلسی ریت پریت کی گنّے سے جا سیکھ
جاں گنٹھ ہے واں رس نہیں یہی پریت کی ریت

(६६) जाल परे जल जात बहि तजि मीनन को मोह। (۷۶)
रहिमन मछरी नीर को तजन छाँडत छोह ॥—

جال پرے جل جات بہی تج مینن کو موہ
رحمن مچھری نیر کو تو نہ چھانڈت چھوہ

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جب ماہی گیر مچھلیوں کو پکڑنے کے لئے پانی میں جال ڈالتا ہے تو پانی مچھلی کا ساتھ چھوڑ کر جال سے باہر ہو جاتا ہے لیکن مچھلی پھر بھی پانی کی محبت کو نہیں چھوڑتی۔

(६७) जो गरीब पर हित करैं ते रहीम बड़ लोग। (۷۷)
कहाँ सुदामा बापुरो कृष्ण मिताई जोग ॥—

جو غریب پریت کریں تے رحیم بڑ لوگ
کہا سداما باپرو کرشن متائی جوگ

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ سداماں جی جو بچپن میں کرشن جی کے ساتھ پڑھتے تھے یہ تو جہاں کے وہاں رہے اور کرشن جی دوارکا میں جا کر وہاں کے راجہ بن گئے تو لوگوں نے اُن کو مشورہ دیا کہ آپ کرشن جی کے پاس جایئے وہ آپ کے افلاس کو دور کریں گے مگر دوست کے پاس جائیں تو خالی ہاتھ کیسے جائیں۔ اس کا ذکر اپنی بیوی سے کیا۔ بیوی کہیں سے کچھ چوڑ وے ادھار مانگ کر لائی۔ اور وہ بطور سوغات کرشن جی کے پاس پیش کرنے کو گئے۔ خیر یہ گرتے پڑتے دوارکا پہونچے۔ دوارکا کو سونے کی نگری بھی کہتے ہیں۔ خیر پوچھتے پوچھاتے یہ ان کے محل تک پہونچ گئے اور وہاں سے اطلاع کرنے کو کہا۔ اور یہ کیفیت سنانے کو کہا۔

سیس پگا نہ جھگا تن میں نہیں جانے کون بسے کس گاواں
دھوتی پھٹی سی لٹی دوپٹا پاؤں نہیں اُپن کے ساواں
دوار کھڑو دوج دربل چکرت دیکھے چتا کے دھاماں
پوچھت دین دیال کو ناؤں بتاوے اپنو نام سداماں
ہائے مہا دکھ پایو سکھا تم آئی ستکے دن کتو گئے
پائی پرات بست چھوؤ ناہیں نین کے جھل سن پگ پودھوئے

دیکھ سداماں کے دین دشا کرونا کرکے کرونا گت روئے
پھاٹے ہیا پائیں بوائیں تے مگ کنہک جال لگ رہے ہوئے

مطلب یہ ہے کہ جب سداماں نے دربان کے ذریعہ سے اطلاع کرائی تو دربان نے کہا کہ ایک آدمی کھڑا ہے جس کے سر پر پگڑی نہیں اور انگ میں انگرکھا اور پاؤں میں جوتوں کی گت نہیں اور دھوتی پھٹی ہوئی ہے اور کنڈ ہے پر بالکل پھٹا ہوا دوپٹا ہے آپ کو پوچھوایا ہے اور یہ بھی دریافت کرایا ہے کہ یہ کس کا مکان ہے اس سے دریافت کرنے پر اپنا نام سداماں بتایا وہ اون کو لینے کے لئے خود گئے اور بٹھائے لوگ ایسے پھٹے حال کا اس طرح پر خیر مقدم دیکھ کر حیران رہ گئے اور چونکہ یہ تھکے ہوئے آئے تھے اس لئے اُن کے پیر دھلائے مگر پرات میں جو پانی تھا اس سے پاؤں نہیں دھلائے بلکہ آنکھوں کے پانی سے دھوئے بڑے لوگ وہی ہیں جو غریبوں پر رحم کرے۔

(६८) जे रहीम विधि बड़ किए को काहि दूषन काढ़ि।(७०)
चंद्र दूबरो कूबरो तऊ नखत तें बाढ़ि ।।—

جے رحیم بدھی بڑ کئے کو کہی دوشن کاڑھی
چندر دوبر کوبرو تؤ نکھت سیں باڑھی

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جس بھگوان نے بڑا بنایا ہے اوس میں عیب لگا کر اسے کون چھوٹا کر سکتا ہے۔ چاند کتنا ہی دُبلا اور چھوٹا ہونے پر

تاروں سے نوشہ کرتی رہے گا ۔

(६९) जे सुलगे ते बुझि गए बुझे ते सुलगे नाहिं। (७१)

रहिमन दाहे प्रेम के बुझि बुझि कै सुलगाहिं।।-

جے سلگے تے بجھ گئے بجھے تے سلگے نا ہیں

رحمن داہے پریم کے بجھی بجھی کو سلگا ہیں

مطلب اس دوہے کا یہ ہے کہ جو سلگتے ہیں وہ بجھتے ہیں اور جو بجھ جاتے ہیں وہ سلگتے ہیں یعنی محبت کی وہ آگ ہے جو جلتی اور بجھتی ہے ۔

غالب یہ شعر کہتا ہے ۔

یہ وہ آگ ہے کہ جلائے نہ جلے اور بجھائے نہ بجھے

(७०) जेहि अंचल दीपक दुरयो हन्यो सो ताही गात।-

रहिमन असमय के परे मित्र शत्रु है जात।।-

جیہی انچل دیپک دورے ہنیو سو تاہی گات

رحمن اسمے کے پرے متر شترو ہے جات

مطلب اس دوہے کا یہ ہے کہ جس آنچل نے دیپک کو چھپایا کس سے چھپایا ۔ ہوا سے بچانے کے لئے اپنے کو چھپایا اسی آنچل کے لگنے سے وہ ختم ہو گیا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ برے وقت پر دوست بھی دشمن ہو جاتے ہیں ۔



(७१) जो रहीम तन मन लियो किये हिए बिच भौन। (۱)
तासो दुख सुख कहन की रही बात अब कौन॥
جو رحیم تن من لیو کیو ہے بیچ بھون
اس سو دکھ سکھ کہن کی رہی بات اب کون

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جس نے ہمارا دل اور جسم دونوں لے
اور جگر میں جس نے اپنے رہنے کی جگہ بنایا اب صرف دکھ سکھ سہنے کی
بات ہی کون سی باقی رہ جاتی ہے جو کہی جا سکے۔

(७२) जैसी जाकी बुद्धि है तैसी कहै बनाय। (۱۴)
ताकों बुरो न मानिए लेन कहाँ सो जाय॥
جیسی جا کی بدھی ہے ویسی کہے بنایا
تا کو برو نہ مانئے لین کہاں سو جائے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جس کی جیسی عقل ہے ویسی ہی بات
کرے گا اس کو برا نہ ماننا چاہیے۔

(७३) जैसी परै सो सहि रहै कहि रहीम यह देह। (۱۳)
धरती पर ही परत है शीत घाम औ मेह॥
جیسی پڑے سو سہی رہے کہہ رحیم یہ دیہہ
دھرتی پر ہی پرت ہے سیت گھام اور میہ

مطلب وہ ہے کا یہ ہے کہ اس دیہ پر جیسا بھی دکھ پڑتا ہے
اُسے یہ سہہ لیتا ہے زمین ہی پر جاڑا پانی اور گرمی پڑتی ہے۔ ویسے ہی
انسان کے جسم کا حال ہے۔ حافظ کا ایک شعر ہے کہ

زرنج و راحت رنگینی مشو غافل مرنجاں دل
کہ آئینہ جہاں گاہے چنین گاہے چنان باشد

(७४) जैसी तुम हमसों करी, करी जो तीर। (۴۴)
बाढे दिन के प्रीत हो गाढे दिन रघुबीर॥-

جیسی تم ہم سو کری۔ کری کری جو تیر
باڑھے دن کی پریت ہو گاڑھے دن رگھوبیر

مطلب وہ ہے کا یہ ہے کہ جیسا تم نے ہم سے کیا وہ سب سامنے ہے
اچھے دنوں کے تم دوست ہو اور برا تما برے دنوں کا۔

(७५) जो अनुचितकारी तिन्हें लगे अंक परिनाम। (۴۵)
लखै उरज उर बेधियत क्यों न होय मुख स्याम॥-

جو انوچت کری تینھے لگے انک پری نام
لکھے ارج اُر بیدھیت کیوں نہ ہوئے مکھ سیام

مطلب وہ ہے کا یہ ہے کہ جو نا جائز کام کرتے ہیں انھیں بدنامی
کا ٹیکہ یقینا لگتا ہے جو عورتوں کے جوبن پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ اُن کے

کلیجے کو چھید دیتے ہیں پھر ان کا منہ کالا کیوں نہ ہو۔

(۷۶) जो घरही में घुस रहे कदली सुपत सुडील। (۷۶)

तो रहीम तिन तें भले पथ के अपत करील ॥

جو گھری میں گھس رہے کدلی سپت سڈیل

تو رحیم تن سے بھلی تجھ کے اپت کریل

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ کیلے کا جھاڑ بہت سندر پتوں سے بھرا ہوا ہو لیکن گھری کے اندر گھس کر رہتا ہو تو اوس سے راستہ کا کریل جھاڑ (کریل ایک قسم کا درخت ہے جس کو پتے نہیں ہوتے)

(۷۷) जो पुरुषारथ ते कहूं संपति मिलत रहीम। (۷۷)

पेट लागि बैराट घर परत रसोई भीम ॥

جو پرشارتھ سے کہوں سمپت ملت رحیم

پیٹ لاگی بیراٹ گھر پرت رسوئی بھیم

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ اگر کہیں سخت محنت کرنے سے دولت ملتی تو بھیم کو راجہ بیراٹ کے گھر پیٹ کے لئے رسوئی نہ بنانا پڑتا۔

واقعہ یہ ہے کہ پانڈو کے جنگ میں جب جوئے کی وجہ سے اپنا ملک اپنی دولت حتی کہ اپنی بیوی درو پتی کو ہار گئے تو ان کو (۱۴) برس تک بن باس دیا گیا اور یہ بھی حکم ہوا کہ دو برس اس گمنامی میں گزاریں کہ ان کا پتہ بھی

نے لگے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں وہ براٹ راج میں آئے اب مفسروں کا کہنا یہ ہے کہ براٹ کی وہ براٹ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ شو۔ اپور کے اس حصہ کو جو تُدسے بحال علاقہ ججا پور سے ملا ہوا ہے اس کو براٹ کہتے ہیں۔ بہرکیف وہاں جاکر ارجن ہیجڑا بنا اور بھیم رسوائی بنانے والا بنا۔

خلاصہ یہ کہ دولت قسمت سے ملتی ہے محنت کرنے سے نہیں ملتی۔

(۷۸) जो बडेत को लघु कहें नाहि रहीम घटिजाहि। (۷۸)
गिरधर मुरलीधर कहे कछु दुखमानत नाहिं॥

جو بڑوں کو لگھو کہے نہیں رحیم گھٹی جاہی
گردھر مرلی دھر کہے کچھو دکھ مانت ناہی

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جو بڑوں کو چھوٹا کہتے ہیں ان کے کہنے سے وہ چھوٹے نہیں ہو جاتے اور نہ برا مانتے ہیں۔ جیسے گردھر (پہاڑ اٹھانے والے) کو مرلی دھر یعنی بنسری بجانیوالا برا نہیں مانتا۔

(۷۹) जो मारजात चली सदा सोई तौ ठहराय। (۷۹)
जो जल उमगै पारते सो रहीम बहिजाय॥

جو مرجاد چلی سدا سوئی تو ٹھہرائے
جو جل امگے پار تے سو رحیم بہی جائے

مطلب: یہ دوہے کا یہ ہے کہ جو وضع داری بزرگوں سے چلی آئے

وہی ٹھہر سکتی ہے پانی اگر کنارے سے باہر ہو جائے گا تو بہ جائے گا۔ اس
دوہے کو یوں بھی لکھا گیا ہے۔

تبھی پریان چلی بوچھلو جب سب دن ٹھہرائے
عمر چلے جل بار تے تو رحیم رہ جائے

(८०) जो रहीम उत्तम प्रकृती का करी सकत कुसंग।
चंदन विष व्यपत नहीं लपटे रहत भुजंग।।-
جو رحیم اُتم پرکرتی کا کری سکت کسنگ
چندن وِش ویاپت نہیں لپٹے رہت بھجنگ
مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جو اعلیٰ طبیعت کے لوگ ہیں اُن کو بُری
صحبت کیا اثر کر سکتی ہے۔ مثال اوس کی یہ ہے کہ چندن کے جھاڑ کو سانپ
لپٹے ہوئے رہتے ہیں لیکن اُن کے زہر سے اوس کو کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

(८१) जो रहीम ओछो बढ़े तौ अति ही इतराय (۸۱)
प्यादे सों फरजी भयो टेढ़ो टेढ़ो जाय।।-
جو رحیم اوچھے بڑھے تو اتی ہی اترائے
پیادے سوں پھرجی بھئے ٹیڑھو ٹیڑھو جائے
مطلب دوہے کا یہ ہے کہ اوچھے یا کم ظرف اگر بڑھ جائیں یا ترقی
کر جائیں تو اکڑ جاتے ہیں۔ ہم یوں دیکھتے نیست خیال کرتے ہیں

اور اس کی مثال یہ ہے کہ پیادہ جس کی چال سیدھی ہے فرضی ہونے پر
ٹیڑھا ٹیڑھا چلتا ہے۔

(८२) जो रहीम करिबो हतो ब्रज को इहे हवाल। (۸۲)
तौ काहे कर पर धरयौ गोवर्धन गोपाल॥-

جو رحیم کریبو ہتو برج کو اہے احوال
تو کاہے کر پر دھریو گووردھن گوپال

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ برج - برج میں متھرا آگرہ کوپل اور
ایک ضلع یہ چاروں ضلعوں کو پرانے زمانہ میں برج ہوئی کہتے تھے۔ اور متھرا سے
کچھ تھوڑی دور پر ایک پہاڑ ہے جس کو گردا کہتے ہیں۔ اس پہاڑ کو کرشن جی
نے دیوالی کے دوسرے روز اپنی انگلی پر اٹھایا تھا اور یہی وہ دن ہوتا ہے
کہ بارش اختتام پر ہوتی ہے تو برج کی عورتیں اپنے گھروں کا سب گوبر نکال کر
ایک پتلا بناتی ہیں اور اس کے سامنے پوجا ہوتی ہے گردا کا گووردھن یہ
عرفیت ہے۔

کرشن جی کا ارادہ برج کو چھوڑ کر دوارکا ہی جانے کا تھا تو یہ سب
بکھیڑے کیوں کئے۔

(८३) जो रहीम गति दीप की कुल कपूत गति सोय। (۸۳)
बारे उजियारो लगे बढ़े अँधेरो होय॥-

جو رحیم گتی دیپ کی کل کپوت گتی سوئے

بارے اجیارو لگے بڑھے اندھیرو ہوئے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جو حالت دیپ کی ہوتی ہے وہی خاندان میں پیدا ہونے والے ناخلف لڑکے کو۔ اوس کی مثال یہ ہے کہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے اوس کی خوشی ہوتی ہے اور جوں جوں بڑا ہوتا ہے تو اس کے افعال سے رنج ہوتا ہے یہی حال چراغ کے ابتدائی روشنی اوس کی اچھی معلوم ہوتی ہے اور اُس کے بجھنے پر تکلیف ہوتی ہے۔ بڑھانا کے معنی ہیں چراغ کے ساتھ یوں استعمال ہوتا ہے کہ چراغ کو بڑھا دو یعنی بجھا دو دسترخوان کو بھی اٹھانا نہیں کہتے بلکہ کہتے ہیں کہ دسترخوان بڑھاؤ۔ اور اس طریقہ پر بچے کے پیدا ہونے پر خوشی ہوتی ہے اور اوس کے مرنے پر رنج ہوتا ہے۔

(८४)

जो रहीम गति दीप की सुत सपूत की सोय ।- (۸۴)

बड़ो उजेरो तेहि रहे गए अंधेरो होय ॥-

جو رحیم گتی دیپ کی ست سپوت کی سوئے

بڑھو اجے رو لئی رہے گئے اندھیرے ہوئے

مطلب دوہا کا یہ ہے کہ جو کیفیت چراغ کی ہوتی ہے۔ یہی کیفیت لائق لڑکے کی ہوتی ہے اُس کے رہنے سے گھر میں اجالا رہتا ہے

اور اوس کے جاتے سے اندھیرا ہو جاتا ہے۔ لڑکے کو اردو کتابت میں یوں مخاطب کرتے ہیں۔ راحت جان نور چشم۔ قرۃ العین۔

(۸۵) जो रहीम जग मारियो नैन बान की चोट (۱۵)
भगत भगत कोउ बचि गये चरन कमल की ओट ॥-

جو رحیم جگ ماریو نین بان کی چوٹ
بھگت بھگت کو بچی گئے چرن کمل کی اوٹ

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ آنکھوں کے تیروں نے جب چلنا شروع کیا بہت گھائل ہوئے مگر وہ بچ رہے۔ جن کی نظر نیچی تھی یعنی ان تیروں کے مقابل میں نہیں آئی۔ اردو شاعر بھی پلکوں کو تیر باندھا ہے۔

(۸۶) जो रहीम दीपक दसा तिय राखत पट ओट (۸۶)
समय परे ते होत है वाही पट की चोट ॥-

جو رحیم دیپک دسا تیا راکھت پٹ اوٹ
سمے پرے تے ہوت ہے واہی پٹ کی چوٹ

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ دیپ کو عورت اپنے کپڑے کی آڑ میں رکھتی ہے اسی کپڑے کی چوٹ سے وہ وقت پر ٹھنڈا ہو جاتا ہے یہ وقت کی بات ہے۔

(۸۷) जो रहीम घगालर परो रगीर नाक अरु सीस (۸۷)
निठुरन आगे रोयबो आंस गारिबो खीस ॥--

جو رحیم پگ تر پرے رگری ناک آر دیں
نھٹرا آ گئے رو یو آنس گریو سیس

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ اے رحیم بے رحم آدمی کے پیروں کے نیچے اور اوس کے سامنے ناک اور پھر رگڑنے پر اور رونے پر اور آنسو گرانے پر کوئی نتیجہ نہیں نکلتا ہے اس لئے اس کے سامنے یہ سب کرنا بیکار ہے۔

(८८) जो रहीमतन हाथ है मनसा कहुं किनजाहिं (۸۸)
जल मे जो छाया परी काया भाजति नाहिं ।।-
جو رحیم تن ہاتھ ہے منسا کہوں کن جاہیں
جل میں جو چھایا پری کایا بھیجت ناہیں

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جب جسم تیرے قابو میں ہے تو من کہیں بھی کیوں نہیں جاتا۔ اوس سے کوئی نقصان نہیں پہونچ سکتا۔ جیسے پانی میں سایہ پڑنے سے جسم نہیں بھیگتا۔

(८९) टूटे सुजन मनाइए जो टूटे सौबार ।- (۸۹)
रहिमन फिरि फिरि पोहिम टूटे मुक्ताहार ।।-
ٹوٹے سجن منائیے جو ٹوٹے سو بار۔
رحمن پھری پھری پوہیے ٹوٹے مکتا ہار

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ پیا کی کوئی بات کسی وجہ سے بگڑ جائے

ناراض ہو جاوے اور کئی بار ایسا ہو تب بھی انہیں منانا چاہئے۔ موتیوں کے ہار سے ٹوٹ کر گرنے والے موتیوں کو پھر اسی ہار میں پرو دیا جاتا ہے۔

(९०) तन रहीमा हो कर्म बस मन राखो ओहि ओर (९०)
जल से उलटी नाव ज्यों खैंचत गुन के जोर ॥

تن رحیم ہے کرم بس من راکھو اوہی اور
جل میں الٹی ناؤ جیوں کھینچت گن کے زور

مطلب وہ ہے کہ یہ ہے کہ جسم تو اس جنم یعنی پرانے اعمالوں کے قابو میں ہے وہ آپ سے آپ اور کسی طرف نہیں جا سکتا۔ جب من کو بھگوان کی طرف لگاؤ گے تب ہی اس جسم کو سکھ ملیگا۔ بہاؤ سے الٹا لیجانے کے لئے ناؤ کو رسی سے کھینچتے ہیں۔

(९१) तबही लौ जीबो भलो दीबो होय न धीम। (९१)
जग में रहिबो कुचित गति उचित न होय रहीम ॥

تب ہی کو جینا بھلو دینا ہووے نہ دھیم
جگت میں رہبو کچت گتی اچت نہ ہو رحیم

مطلب وہ ہے کہ یہ ہے کہ اسی وقت تک جینا اچھا ہے جب تک دولت کم نہ ہو دنیا میں بری حالت میں رہنا لازم نہیں۔

(९२) तरूवर फल नाहिं खात है सरवर पियहिं न पानी। (۹۲)
कहि रहीम परकाज हित संपति संचहि सुजान॥-

تروور پھل نہیں کھاتے سرور پیئے ہی نہ پان
کہی رحیم پرکاج ہت سمپتی سنچے ہی سجان

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ درخت اپنے پھل آپ نہیں کھاتے۔ تالاب اپنا پانی آپ نہیں پیتے پھر بھی جمع رکھتے ہیں۔ دوسروں کی بھلائی کے لئے ایسے ہی سجنوں کا واقعہ ہے۔

(९३) तासों ही कछु पाइए कीजे जाकी आस। (۹۳)
रीते सरवर पर गये कैसे बुझे पिआस॥-

تاسوں ہی کچھ پائے کیجے جا کی آس
ریتے سرور پر گئے کیسے بجھے پیاس

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ اس سے کچھ پاؤگے جس سے کچھ آس ہے۔ سوکھے تالاب کے پاس جانے سے پیاس کیسے بجھیگی۔

(९४) लै रहीम अब कौन है मती खैंचत जाय। (۹۴)
खसा कागद को पुतरा नमी माहि खुल जाय॥-

لَے رحیم اب کون ہے اتی کھینچت جائے
کھس کاگد کو پترا اتی ماہی کھل جائے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ اے رحیم اب تو کون ہے جو ہوا تجھے
اس طرح کھینچے جا رہی ہے جس طرح سے کاغذ کا پتلا سردی میں گل جاتا ہے

(९५) थोथे बादर क्वांर के ज्यो रहीम घहरात। (۹۵)
धनी पुरुष निरधन भये करें पाछिली बात॥

تھوتے بادر کنوار کے جو رحیم گہرات
دھنی پرش نردھن بھئے کریں پاچھلی بات

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ کالی بادل جو کنوار کے مہینہ میں آسمان
پر نظر آتے ہیں۔ صرف گرجتے ہیں۔ ایسے ہی جو پیسے والے ہیں وہ غریب
ہو جاتے ہیں۔ پر بیتی ہوئی امیری کے وقت کی بات کیا کرتے ہیں۔

(९६) थोरो किए बड़ेन की बड़ी बड़ाई होय। (۹۶)
ज्यो रहीम हनुमंत को गिरधर कहत न कोय॥

تھوڑے کئے بڑن کی بڑی بڑائی ہوئے
جیوں رحیم ہنمنت کو گردھر کہے نہ کوئے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ بڑے آدمی تھوڑا سا بھی کام کرتے ہیں تو
انکی بہت تعریف ہوتی ہے انکے چھوٹے کی نہیں جیسے کہ ہنومان جی کو بڑے بڑے
پہاڑوں کے اٹھانے پر بھی۔

(९७) दादुर मोर किसान मन लग्यो रहे घन माँहि । (۹۷)

रहिमन चातक रटनि हू सरवर को कोउ नाहिं ॥

دادر مور کسان من لگیو رہے گھن ماہی

رحمن چاتک رٹن ہو سرور کو کوو نا ہی

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ مینڈک مور اور کسان ان سب کا دل بادل میں لگا رہتا ہے اور پپیا بھی ان کو رٹا رہتا ہے۔ تالاب جو دوسروں کے لئے بارہ مہینے پانی جمع کر کے رکھتا ہے اس کی یاد کوئی نہیں کرتا۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پپیا کے رٹن کی برابری ان میں سے کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ پپیا ایک خاص چڑیا کا نام ہے۔ سواتی نکشتر کے پانی کے لئے ترستا ہے اگر نہ ملے تو پیاسا ہی رہ جاتا ہے۔ دوسرے تو اور پانی سے بھی کام چلا لیتے ہیں۔

(९८) दिव्य दीनता के रसहिं का जाने जग अंधु । (۹۸)

भली बिचारी दीनता दीनबन्धु से बन्धु ॥

دویہ دینتا کے رسہی کا جانے جگ اندھو

بھلی بچاری دینتا دین بندھو سے بندھو

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ غربت کے مزے کو اندھی دنیا کیا جانے غریبی ایک بہت زبردست خاص قدرتی وصف ہے غریب کو اور غریبی کو

بھگوان نے اپنایا ہے اس سے ہر ایک انسان کو اپنانا چاہیے۔

(९९) दीन सबन को लखत हैं दीनहिं लखै न कोय। (۹۹)

जो रहीम दीनहि लखै दीनबंधु सम होय ॥-

دین سبن کو لکھت ہے دین ہی لکھے نہ کوئے

جو رحیم دینا ہی لکھے دین بندھو سم ہوئے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ غریب آدمی سب کی طرف دیکھتا ہے لیکن غریب کی طرف کوئی نہیں دیکھتا۔ اگر غریب کی طرف دیکھنے لگے تو وہ بھگوان کے برابر ہو جائے گا۔

(१००) दुख नर सुनि हांसी करै धरत रहीमन धीर। (۱۰۰)

कहो सुनै सुनि सुनि करै ऐसे वे रघुबीर ॥-

دکھ نر سنی ہنسی کرے دھرت رحیم نہ دھیر

کہی سنے سنے کرے ایسے بے رگھوبیر

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جب کسی کے دکھ کو سن کر لوگ ہنسی اڑاتے ہیں اس وقت رحیم سے صبر نہیں کیا جاتا۔ خود کسی کے دکھ کو سنتے ہیں اور بار بار سنتے ہیں اور اس کے دکھ کو دور کرتے ہیں ایسے بھگوان ہیں۔

(१०१) दुरदिन परे रहीम कहि दुरथल जैयत भागि। (۱۰۱)

ठाढ़े हूजत घूर पर जब घर लागत आगि ॥-

دردن پرے رحیم کہیں ڈرتھل جیت بھاگی
ٹھاڑے ہوجت گھور پر جب گھر لاگت آگی

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ برے دن آنے پر یہ نہ دیکھنا چاہیے کہ جگہ اچھی ہے یا بری۔ جیسے کہ گھر میں آگ لگنے پر گھور پر بھی کھڑے رہنا پڑتا ہے۔

(१०२) दुरदिन परे रहीम कहि भूलत सब पहिचानि। (۱۰۲)
सोच नहीं बित हानि को जो न होय हित हानि॥
دردن پرے رحیم کہی بھولت سب پہچانی
سوچ نہیں وت ہانی کو جو نہ ہووے ہت ہانی

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ برے دن آنے پر سب پہچان والے اپنے کو بھول جاتے ہیں۔ پیسے کے جانے کا کوئی رنج نہیں۔ اگر پیار اور محبت کو نقصان نہ پہنچے۔

(१०३) देनहार कोउ और है भेजत सो दिन रैन। (۱۰۳)
लोग भरम हम पै धरैं याते नीचे नैन॥
دینہار کوؤ اور ہے بھیجت سو دن رین
لوگ بھرم ہم پے دھریں یاتے نیچے نین۔

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ دینے والا کوئی اور ہے اور جس کے

ذریعہ دیا جائے وہ کوئی اور ہے لیکن لوگوں کا خیال ہے کہ رحیم دیتا ہے۔
اس وجہ سے وہ شرمندہ ہے۔

(१०४) दोनों रहिमन एक से जौ लौं बोलत नाहिं। (۱۰۴)
जान परत हैं काक पिक ऋतु बसंत के माहिं॥

دونوں رہمن ایک سے جو لو بولت نا ہی
جان پرت ہے کاک پک ات بسنت کے ماہی

مطلب دوہے کا یہ ہے دونوں ایک ہی سے ہیں جب تک وہ بولتے
نہیں یعنی کوا بھی کالا کویل بھی کالی۔ کالے پن میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن جب
بسنت رُت آتی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوا ہے اور یہ کویل۔ ایک
کوے اور کویل کے بولنے کے متعلق ایک دوہا ہے۔

کاگا کس کن ہرے کویل کا کو دے
اپنے میٹھے بول سنا کر جگ اپنے کر لے

(१०५) थोरो इज्जत बड़ी कह रहीम का बात। (۱۰۵)
जैसे कुल की कुल वधू चिथड़न माँह समात॥

دھن تھوڑے اُ عزت بڑی کہہ رحیم کا بات
جیسے کل کی کل بدھو چتھڑیاں ماں ن سما ت

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ اسے رحیم جیسے تھوڑا ہو مگر عزت بڑی ہو

یہ کیا بات ہے۔ جیسے ایک شریف خاندان کی شادی شدہ استری ایک
چیتھڑوں میں رہنے پر بھی دنیا کی نظروں میں عزت پاتی ہے۔

ایک شعر ہے اردو میں یہ ہے۔

پھٹے کپڑوں پہ خنداں مثل گل ہوں
شرافت کیا بہار بے خزاں ہے

غالب نے بھی اس مضمون کو باندھا ہے۔

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں۔

(१०६) धन दारा अरु सुतन सों लगो रहे नित चित्त।
नहिं रहीम कोउ लख्यो गाढे दिन को मित्त॥

دھن دارا اور سُتن سو لگی رہے نت چت
نہیں رحیم کو اور لکھیو گاڑھے دن کو مت

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ دولت بیوی اور بیٹوں سے دن رات دل
لگا رہتا ہے لیکن ان میں سے کوئی بھی مصیبت کے وقت کام نہیں آتا۔ صرف
پرا ئیشور ہی کام آتا ہے۔ یہ کوئی بھی موت کے دن ساتھ نہیں دیتے ہیں۔

(१०७) धनि रहीम गति मीन की जल बिछुरत जिय जाय।
जिअत कंज तजि अनत बसि कहा भौर को भाय॥

دھنی رحیم گتی مین کی جل بچھرت جئے جائے
جیت کنج تجی رت بسی کہا بھور کو بھائے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ مچھلی کو دھن ہے جو پانی سے الگ ہوتے ہی نہیں جیتی۔ برخلاف اس کے بھورا کنول کے پھول کے کملا تے ہی پاس نہیں پھٹکتا یہ کتنا بے وفا ہے۔

(۱۰۸) धनि रहीम जल पंक को लघु जिय पिअत अघाय।-
उदधि बड़ाई कौन है जगत पिआसो जाय॥-

دھنی رحیم جل پنک کو لگھو جیئے پیت اگھا
ادھادی بڑائی کون ہے جگت پیاسے جائے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ اے رحیم وہ کیچڑ کا پانی بھی اچھا ہے جس کو چھوٹے سے جیو پی کر اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ دریا ہوا تو کیا دنیا پیاسی جاتی ہے۔

(۱۰۹) धूर धरत नित सीस पै कहु रहीम केहि काज।-
जेहि रज मुनि पत्नी तरी सो ढूंढत गजराज॥-

دھور دھرت نت سیس پے کہو رحیم کیہی کاج
جیہی رج منی پتنی تری سو ڈھونڈت گجراج

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ رحیم ہاتھی کو دیکھ کر یہ سوال کرتا ہے

کہ ہاتھی اپنے سر پر خاک کیوں اُڑاتا جاتا ہے۔ جس پر خود ہی جواب دیتا ہے کہ جس خاک سے اہلیہ تیر گئی تھی تلاش ہے وہی خاک اوس کے سر پر پڑے اور اوس کی عاقبت بخیر ہو۔ یہ دوہا قصہ طلب ہے۔

وہ اس طرح سے کہ اہلیہ گوتم رشی کی بیوی کو بد دعا دی گئی تھی اور وہ پتھر کی ہوگئی تھی تو جب رامچندر جی کا ادھر سے گزر ہوا تو اُن کے گرد اُڑی پالات لگی تو وہ سرب چلی گئی۔ اُسی خاک کو دیا سمجھ کر اپنے سر پر اُڑاتا ہے اس کا ذکر رامائن میں یوں ہے کہ کیشو جو رامچندر جی کو ندی پار لیگیا تھا اُن سے کہا کہ مہاراج مجھے پیر دہو لینے دو اگر میری ناؤ میں بغیر پیر دہوئے قدم رکھا تو وہ بھی سرگ کو چلی جائیگی اور میں غریب کیا کہا ئیگا کہاں سے اس لئے پہلے مجھے پیر دہو لینے کی اجازت دیجئے اور پھر ناؤ میں بیٹھنے کی۔

سن کیوٹ کے بین پریم لپٹے اٹ پٹ
بیاہ سے کرونا ہیں دیکھ جان کی لکھن تن

رامچندر جی نے سیتا کی طرف اس وجہ سے دیکھا کہ جب میری شادی ہوئی تو آپ کے والد نے میرے پیر دہو لیے تھے۔ اور لچھمن کی طرف دیکھا کہ تم میرے چھوٹے بھائی ہونیکی وجہ سے پیر دہونے کا حق تم کو ہے۔ آج تم دونوں کا حق یہ کیوٹ مفت میں لے رہا ہے۔

(११०) नहिं रहीम कछु रूप गुन नहि मृगया अनुराग। (۱۱۰)

देसी स्वान जो राखिए भ्रमत भूख ही लाग॥

نہیں رحیم کچھ روپ گن نہی مرگیا انوراگ

دیسی سوان جو راکھیے بھرمت بھوک ہی لاگ

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ دیسی کتے میں نہ تو روپ ہی ہے نہ گن نہ شکار کا شوق۔ اس کو رکھنے سے جو بھوک کا مارا ادھر اُدھر پھرا کرتا ہے کیا لابھ

(१११) नाद रीझि तन देत मृग नर धन हेत समेत। (۱۱۱)

ते रहीम पशु से अधिक रीझेहु कछू न देत॥

ناد ریجھی تن دیت مرگ نر دھن ہیت سمیت

تے رحیم پشو سے ادھک ریجھے ہی کچھو نہ دیت

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ گانے بجانے پر ریجھ اور ہرن ایسے محو ہو جاتے ہیں کہ شکاری ان کو پکڑ لیتے ہیں (یعنی وہ اپنی جان اُن کے حوالہ کر دیتے ہیں) انسان خوش ہوتے پر پیسہ دیتا ہے وے لوگ جو خوش ہوتے پر بھی کچھ نہیں دیتے جانوروں سے بھی نیچے درجہ کے ہیں۔

(११२) निज कर क्रिया रहीम कहि सुधि भावी के हाथ।

पाँसे अपने हाथ में दाँव न अपने हाथ॥

نج کر کریا رحیم کہی سدھ بھاوی کے ہاتھ۔ پانسے اپنے ہاتھ میں داؤں نہ اپنے ہاتھ

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ تقدیر
بڑی ہے اس سے کچھ کام کرنا بیکار ہے۔ ایسے لوگوں کا کہنا ہے

بستر پہ شل موٹ پڑے رہنا ہے اچھا
بندر کی طرح دھوم مچانا نہیں اچھا

سر بھاری چیز ہے اُسے تکلیف ہو تو ہو پہ جب بچا۔ کسی کا ملنا نہیں اچھا

رحیم کا خیال ہے کہ کام کرنا ہی ضروری ہے جس کا نتیجہ بن تقدیر ہے
کام کے بنا تقدیر کا پتہ چل نہیں سکتا۔ امیر کا ایک شعر ہے۔

شکست و فتح تو قسمت سے ہے وَلے امیر
مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا

پانسے اپنے ہاتھوں میں ہیں داؤں اپنے ہاتھ میں نہیں ہے۔ پانسے بعض
جگہ ہاتھی دانت کے بنے ہوتے ہیں اور بعض جگہ ہڈی کے۔ اور بعض لکڑیوں سے
بھی بنا لیتے ہیں یہ سب چیزیں چوسر کے کھیل میں کام آتی ہیں۔

(११३) नैन सलोने अधर मधु कहि रहीम घटि कौन।
मीठो भावे लोन पर अरु मीठे पर लोन ॥ –

نین سلونے اُدھر مدھو کہی رحیم گھٹی کون
میٹھو بھاوے لون پر اُرد میٹھے پر لون

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ ہونٹھ تو میٹھے ہیں اور آنکھیں نمکین جیسے
کہو کس بات کی کمی ہے میٹھا نمک پر اچھا معلوم ہوتا ہے اور میٹھے پر نمک۔

१६५ परि रहिबो मरिबो भलो सहिबो कठिन कलेस
बामन ह्वै बलि को छल्यो भलो दियो उपदेस ॥

پری رہیو مری بھلی پو سہیو کٹھن کلیس ÷ بامن ہے بلی کو چھلیو بھلیو دیو اپدیس

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ وامن باون انگل کے تھے مگر اُن میں طاقت اتنی تھی کہ جتنا اونچا چاہیں اپنے کو کر سکتے تھے۔ مہاراجہ بلی کے دربار میں گئے اور اُن سے دکشنا مانگی کہ مجھے تین قدم زمین کی ضرورت ہے کہ میں اپنی کٹیا بناؤں۔ بلی نے ہنسکر کہا کہ تمہیں مانگنا بھی نہ آیا تین پیر زمین پر تمہاری کُٹیا کیسے بنے گی۔ آپ جو چیز جتنی چاہیے لے سکتے ہیں۔ وامن جی نے کہا کہ برہمن کو اتنا ہی لینا چاہیئے جتنی اُسے ضرورت ہے ورنہ اس کی ذلیل ہے۔ مجھے اتنی ہی چاہیئے۔ راجہ نے سنکلپ کے جو وقت پانی ہاتھ میں لیا اور وامن نے اپنا جسم پھیلانا شروع کیا۔ دو قدم میں اوس نے تمام اون کی ریاست کی ناپ لی۔ تیسرے کے لئے گنجائش نہ رہی۔

بھگوان کے اس چھل بل پر رحیم کہہ رہے ہیں کہ پڑے رہنا اچھا تھا مر جانا اچھا تھا۔ طرح طرح کی تکالیف لینا اچھا تھا۔ لیکن لوگوں کو ایسا دھوکا دینا نہ چاہیئے تھا۔

تمت بالخیر

رقیمہ ۲۵ آبان ۱۳۴۹ ف